ماہنامہ

محدث

بنارس

دسمبر ۲۰۲۳ء ◆ جمادی الاولیٰ والآخرہ ۱۴۴۴ھ

الحمدللہ کا مفہوم اور اس کی فضیلت ۲
زلزلے وقدرتی آفات اور ہماری ذمہ داریاں ۷
ختنہ کا اسلامی تصور اور جسم انسانی پر اس کے اثرات ۲۸
مولانا محمد بن ابراہیم جوناگڑھی حیات وخدمات ۴۴
جامعہ سلفیہ میں دوبارہ کمپیوٹر تعلیم کا آغاز ۵۱

دارالتالیف والترجمہ، بنارس، الہند

دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی ماہنامہ

مجلہ محدّث بنارس

جلد: ۴۰
شمارہ: ۱۲

جمادی الاولیٰ والآخرۃ
۱۴۴۵ھ
دسمبر ۲۰۲۳ء

اس شمارہ میں

۱-الحمد للہ کا مفہوم اور اس کی فضیلت	عبداللہ سعود سلفی	۲
۲-قیام اللیل اور موسم سرما	ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ	۵
۳-زلزلے وقدرتی آفات......	مدیر	۷
۴-سنن رواتب کے احکام ومسائل	ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر	۱۲
۵-ختنہ کا اسلامی تصور.......	عبدالعلیم سلفی	۲۸
۶-زنا وبدکاری کے برے اثرات ونتائج	محمد محبّ اللہ محمدی	۳۶
۷-مولانا محمد بن ابراہیم.......	فرحان سعید سلفی	۴۴
۸-جامعہ سلفیہ میں دوبارہ کمپیوٹر تعلیم کا آغاز	ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ	۵۱
۹-اخبار جامعہ	مولانا دل محمد سلفی	۵۲
۱۰-باب الفتاویٰ	مولانا نورالہدیٰ سلفی	۵۵

سرپرست
عبداللہ سعود سلفی

مدیر
محمد ایوب سلفی

معاون مدیر
اسرار احمد ندوی

مجلس مشاورت
مولانا محمد مستقیم سلفی
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی
مولانا صلاح الدین مقبول مدنی
مولانا محمد یونس مدنی
ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر مدنی

بدل اشتراک سالانہ

ہندوستان:	300	روپئے
خصوصی تعاون:	1000	روپئے
بیرون ممالک:	50	ڈالر امریکی
فی شمارہ:	30	روپئے

مراسلت کا پتہ

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں
Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **INDIAN BANK,** KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: IDIB000V509

Darut Taleef Wat Tarjama, B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi - 221010

www.mohaddis.org

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

الحمدللہ کامفہوم اوراس کی فضیلت

عبداللہ سعود سلفی

قرآن مجید کی پہلی سورۃ الفاتحہ ہے اور ’’سورۃ فاتحہ‘‘ کی پہلی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد الحمدللہ رب العالمین ہے، یعنی قرآن مجید کی ابتدا اللہ تعالیٰ نے الحمد سے کی ہے۔ الحمد سے مراد اور معنی کیا ہے؟ ہم اس کا ترجمہ ’تمام تعریف، ہر طرح کی تعریف یا مکمل تعریف‘ سے کرتے ہیں۔ یعنی ہر طرح کی تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

الحمد حمد سے مشتق ہے جو تین حرف ہے۔ عربی زبان میں تخصیص کے لئے یا حصر کے لئے الف لام لگایا جاتا ہے جس سے اس کے معنی میں استغراق پیدا ہوتا ہے یعنی ہر طرح اور ہر قسم۔ اس لئے الحمدللہ کا معنی ہوگا ہر طرح و ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کہا کرتے تھے: اللهم لك الحمد كله ولك الملك كله وبيدك الخير كله. (مسند أحمد: ٢٣٣٥٥) یعنی اے ہمارے اللہ تیرے ہی لئے ہر طرح کی مکمل تعریف ہے۔

اللہ ہی سب کا رب ہے وہ اُحد اور صمد ہے۔ اس کے علاوہ وجود میں کوئی دوسرا خالق نہیں، کائنات یعنی آسمانوں اور زمین اور ان میں جو کچھ بھی موجود ہے سب کا خالق اللہ کی ذات ہے جیسا کہ اللہ نے خود فرمایا ہے: أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (اعراف: ۵۴) آگاہ ہو جاؤ، جان لو کہ اسی کی خلق ہے اور اسی کا حکم چلتا ہے۔

سورہ قصص آیت (۷۰) میں فرمایا: وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ. وہی اللہ ہے اس کے سوا معبود نہیں ہے اسی کے لئے الحمد ہے شروع میں بھی اور آخر میں بھی اور اسی کے لئے حکم چلتا ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور وحدانیت کے اعلان کے بعد سب سے پہلے الحمد کا ذکر کیا۔ الحمد بھی ایسی جو کام کے شروع میں بھی ہو اور کام کے اختتام پر بھی۔

سورۂ روم میں فرمایا: وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُون (روم:۱۸) اور اسی کے لئے الحمد ہے آسمانوں میں اور زمین میں، شام کے وقت بھی اور جب تم ظہر کرتے ہو۔ یعنی کام کے وقت بھی اور آرام کے وقت بھی۔

سورۃ جاثیہ میں فرمایا: فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِين (جاثیہ:۳۶) بس اللہ ہی

کے لئے الحمد ہے جوآسمانوں کا رب ہے، زمین کا رب ہے، سارے جہان کا رب ہے۔یعنی سب کا پالنہار وہی ہے اس لئے اسی کے لئے ہرطرح کی تعریف ہے۔

سورۃ تغابن میں فرمایا:يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٍ (تغابن:۱)اللہ کی تسبیح کررہی ہے ہروہ چیز جوآسمانوں میں ہےاور ہروہ چیز جوزمین میں ہے،اسی کی بادشاہی ہےاوراسی کے لئے الحمد ہےاوروہ ہرچیز پرقدرت رکھتا ہے۔

قرآن مجید کی مذکورہ بالاآیات سے الحمد کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔الحمد کا استعمال اللہ کی ذات کے علاوہ کسی کے لئے مناسب نہیں۔اللہ تعالیٰ نے ہرہرمخلوق اورابتداوانتہا،صبح وشام،دنیاوآخرت ہرایک کا ذکرکرکے فرمایا کہ اللہ کی ذات ہی سب تعریف کے لائق ہے۔اللہ کی تعریف اللہ والے کرتے ہیں،اس کا کافی وزن اوراجروثواب ہے۔صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نےفرمایا:الطهور شطر الإيمان، والحمد لله تملأ الميزان. (مسلم:۲۲۳)پاکی آدھاایمان ہےاور الحمدللہ میزان کوبھردینے والا ہے۔

یعنی اللہ کا نیک بندہ جوہروقت اللہ کی حمد بیان کرنے والا ہوگااگرمیزان میں نیکی کے پلہ میں کمی رہ گئی تواس کا الحمدللہ اس کے پلہ کوبھردےگا۔

جملہ انبیاءکرام اورفرشتے اللہ کی حمد بیان کرنے والے ہیں۔حضرت نوح علیہ السلام کواللہ نےحکم دیاتھا:فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنتَ وَمَن مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (مومنون:۲۸)پھرجب آپ اپنے ساتھیوں سمیت کشتی پرسوارہوجایئے توکہئے سب تعریف اللہ کے لئے ہی ہے۔جس نے ہم کوظالم لوگوں سے نجات عطا فرمائی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کاقول قرآن میں یوں بیان کیا گیاہے:الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ (ابراہیم:۳۹)تمام تعریف ہےاس اللہ کی جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل واسحاق جیسے بیٹے دیئے۔حقیقت ہے کہ میرارب دعاکا سننے والا ہے۔

سورۂ نمل میں فرمایا:وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ عِلْماً وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ (نمل:۱۵)اورہم نے داوداورسلیمان کوعلم دےرکھا تھااوردونوں نے کہاتعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پرفضیلت عطافرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمدﷺ کوبھی حکم دیا کہ آپ اللہ کی حمد بیان کیا کریں،جیسا کہ سورۂ اسراء کی آخری آیت میں ہے:وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَداً وَلَم يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُن لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلَّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيراً (اسراء:۱۱۱)اورکہو،تعریف ہےاس اللہ کی جس نے نہ کسی کوبیٹابنایااورنہ کوئی بادشاہی میں اس کا شریک ہے

اورنہ وہ کمزور ہے کہ اسے کسی حمایتی کی ضرورت ہواورتم اس کی پوری پوری کبریائی بیان کرتے رہو۔

سورۂ ق میں بھی اللہ تعالیٰ نے حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرنے کا حکم دیا،فرمایا:فَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ. وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ(ق:۳۹-۴۰)پس اے نبی یہ جو کچھ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کریں اوراپنے رب کی تسبیح تعریف کے ساتھ بیان کریں،سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے بھی اوررات کے وقت بھی تسبیح کریں اورنماز کے بعد بھی۔

سورۂ طور میں فرمایا:وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ حِينَ تَقُومُ .وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ (طور:۴۸-۴۹) اے نبی!اپنے رب کا حکم آنے تک صبر کرو۔تم ہماری نگاہ میں ہو۔تو جب بھی اٹھوتو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو۔ رات کو بھی اس کی تسبیح کیا کرواور ستاروں کے ڈوبتے وقت بھی۔

اللہ کے رسول ﷺ ہروقت اللہ کی حمد بیان کرتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی سکھایا ہے۔ہر ہر موقع کے لئے جو دعائیں آپ سے منقول ہیں سب میں اللہ کی تعریف کا ذکر ہے۔دن رات،صبح وشام،کھانے پینے،اٹھنے بیٹھنے،تکلیف وآرام ہر موقع پر جو دعائیں ہم پڑھتے ہیں اس میں الحمدللہ کا ذکر موجود ہے،جس کو دعا کی کتابوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔پیارے رسول رات کو تہجد میں جو دعا پڑھتے تھے اس میں غور کریں آپ ﷺ کیسے اللہ کی حمد بیان کیا کرتے تھے۔ اللهم لك الحمد أنت قيم السماوات والأرض ومن فيهن، ولك الحمد، أنت ملك السماوات والأرض ومن فيهن، ولك الحمد أنت نور السماوات والأرض ومن فيهن، ولك الحمد أنت ملك السماوات والأرض ولك الحمد أنت الحق الخ. (صحیح بخاری:۱۱۲۰)

قرآن مجید میں اللہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ کے فرشتے دن رات اس کی حمد بیان کرتے ہیں۔زمین کا ایک ایک ذرہ اس کی حمد کی نشانی ہے۔بروز قیامت اس کے فیصلے پر ہر کوئی اللہ کی تعریف بیان کرے گا۔جنتی لوگ جنت میں جانے کے بعد اس کی حمد بیان کریں گے۔

قرآن مجید کی پہلی آیت الحمدللہ رب العالمین کتنے علمی سمندر اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اس کا صحیح اندازہ علم والے ہی کرسکتے ہیں۔یہ اللہ رب العالمین کی مکمل ملکوتیت،الوہیت وربوبیت کے مفہوم کو محیط ہے۔اللہ اپنے ان بندوں کو محبوب رکھتا ہے جو اس کو یاد رکھتے ہیں اوردن ورات اس کی کبریائی وحمد بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو سورۃ فاتحہ کو سمجھتے ہوئے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اورہم کو بھی اپنی کبریائی،بزرگی وتعریف کرنے والا بنائے،زبان سے بھی اورعمل سے بھی۔آمین

☆☆☆

درس حدیث

قیام اللیل اور موسم سرما

ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: ينزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة إلى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخر، يقول: من يدعوني فأستجيب له، من يسألني فأعطيه، من يستغفرني فأغفر له (صحيح البخاري: ١١٤٥، صحيح مسلم: ٧٥٨)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کون بندہ ہے جو مجھ سے دعا کرے پس میں اس کی دعاؤں کو قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے کچھ مانگے پس میں اس کو عطا کروں، کون ہے جو مجھ سے استغفار کرے پس میں اس کی خطاؤں کو معاف کروں۔

حدیث مذکور میں نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت وشفقت کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کے لئے ہر روز رات کے آخری حصہ میں آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے جیسا کہ اس کی شان کے مطابق ہے، اس کے نزول کی کیفیت اور ہیئت کو کوئی بھی نہیں جانتا اس لئے اس کے نزول کی تشبیہ وتمثیل بیان کرنا جائز نہیں جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ''ليس كمثله شيء وهو السميع البصير'' (الشوریٰ:۱۱)۔

خالق کائنات کا اپنی مخلوق کے ساتھ اس قدر اہتمام، رب ذوالجلال کا اپنے مربوب کا اس قدر خیال کہ وہ اپنے بندوں کی فریادوں، ان کی مرادوں اور ان کی دعاؤں کو سننے کے لئے ہر روز آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنے رب سے ہر قسم کی مرادیں مانگیں، اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کریں اور اس کی بارگاہ میں اپنی دعائیں پیش کریں ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بھی ہے کہ وہ ان کی تمام دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بالکل حق اور سچ ہے اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں۔

محترم قارئین! آج کل سردی کا موسم ہے جس میں دن چھوٹے ہوتے ہیں، دھوپ کی تمازت کم ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان ایام میں روزہ رکھنا گرمی کے مقابلے میں کافی آسان ہوتا ہے اور راتیں طویل اور لمبی ہوتی ہیں، آدمی کی نیند خوب آرام سے پوری ہوجاتی ہے اور راتوں کو قیام اللیل کے لئے اٹھنا گرمی کی راتوں کے مقابلے آسان ہے لہذا اپنے رب سے مناجات اور دعا کے لئے صلاۃ اللیل کا ہر مومن کو خوب اہتمام کرنا چاہئے اسی لئے موسم سرما کو مومن کے لئے بہار کہا جاتا ہے، قیام اللیل نفل نمازوں میں سب سے افضل نماز ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: أفضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل. (مسلم: ١١٦٣) فرض نمازوں کے بعد سب سے

افضل نماز رات کی نماز ہے۔ کتاب وسنت میں قیام اللیل کی بے شمار فضیلتیں وارد ہیں۔ قیام اللیل اللہ کے تقرب کا بہترین ذریعہ ہے۔ حدیث میں دخول جنت کے اسباب میں سے ایک اہم سبب قیام اللیل کو بتایا گیا ہے: وصلوا بالليل والناس نيام تدخلوا الجنة بسلام.(ابن ماجة: ٣٢٥١، وصححه الألباني)

قیام اللیل کے ذریعہ بندوں کے درجات بلند ہوتے ہیں اور گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں، قیام اللیل کرنے والے اللہ کی رحمت کے خصوصی مستحق ہوتے ہیں، انبیاء ورسل قیام اللیل کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے اور جو لوگ قیام اللیل کرتے ہیں ایسے لوگ اللہ کے محبوب بندے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''والذين يبيتون لربهم سجدا وقياما '' (الفرقان:٦٤) جو لوگ اپنے رب کے سامنے سجدوں اور قیام کی حالت میں رات گزارتے ہیں، یہ مومنین صالحین کے جملہ اوصاف میں سے نمایاں وصف ہے: تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفا وطمعا ومما رزقناهم ينفقون. (السجدہ:١٦) ان کے پہلو بستروں سے دور ہوتے ہیں وہ اللہ سے دعا کرتے رہتے ہیں اس حال میں کہ وہ اس کی پکڑ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اس کے انعام اور جنت کی امید کرتے ہیں۔ اور یہی سچے مومن کا شیوہ ہے کہ وہ اعمال صالحہ کرتا رہے جنت کے حصول کی خاطر اور اعمال سیئہ سے بچتا رہے جہنم کے عذاب سے بچنے کے لئے، یہی اصل تقویٰ ہے اور یہی تمام بندوں سے مطلوب ہے، قیام اللیل کا وقت عشاء کی نماز کے بعد شروع ہوجاتا ہے اور طلوع فجر تک رہتا ہے اس دوران جب بھی انسان چاہے اپنی آسانی کے مطابق قیام اللیل کرسکتا ہے لیکن رات کے آخری تہائی میں قیام کرنا زیادہ افضل ہے کیونکہ اس وقت رب ذوالجلال آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، بندوں کو دعا کرنے، توبہ واستغفار کرنے، مرادیں مانگنے کا منادی کرتا ہے اور اس وقت میں کی ہوئی دعاؤں کو قبول کرنے کا وعدہ بھی فرماتا ہے۔ لہٰذا اسی وقت میں قیام اللیل کرنے کی کوشش ہو تاکہ تمام مانگی ہوئی دعائیں مستجاب ومقبول ہوجائیں۔

کون مومن ہے جس کی دلی تمنا اور خواہش نہیں ہوتی ہے کہ اس کی ہر مراد پوری ہو، اس کی ہر مانگی ہوئی دعا مقبول ہو، اس کے نامۂ اعمال سے اس کے گناہ مٹا دیئے جائیں، وہ جنت کا مستحق بن جائے اور اخروی سعادت سے سرفراز ہوجائے لہٰذا اس موسم سرما کو غنیمت سمجھیں اور قیام اللیل کا خوب اہتمام کریں۔

حدیث سے ماخوذ فوائد:

١- اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے جیسا کہ اس کی شان کے مطابق ہے۔
٢- اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے حد مہربان اور رحیم ہے۔
٣- قیام اللیل فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز ہے۔
٤- گناہوں پر ہمیشہ نادم ہوں اور اللہ رب العالمین سے برابر استغفار کریں۔
٥- ہر قسم کی مرادیں اللہ سے مانگیں، وہ ہر بندے کی دعاؤں اور فریادوں کو سنتا ہے۔
٦- اللہ تعالیٰ غنی ہے اس کے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں لہٰذا ہر قسم کا سوال اسی سے کرنا چاہئے۔ ☆☆☆

زلزلے وقدرتی آفات اور ہماری ذمہ داریاں

مدیر

اس کائنات کے اندر اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو متنبہ کرتا رہتا ہے اور کچھ ایسے آثار ان کے سامنے ظاہر کرتا ہے جن سے وہ عبرت حاصل کرسکیں، کبھی ان کی زندگی میں گمراہی آنے والی ہوتو متنبہ ہوکر وہ گمراہی سے بچ سکیں، اللہ کی طرف رجوع کرسکیں اور گناہوں سے توبہ کرکے اپنی زندگی کو اللہ کی رضا وخوشنودی میں گزار سکیں۔ انسان کی زندگی کبھی بھی ایک حالت میں نہیں گزرتی بلکہ اس کے اندر اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے، کبھی نعمتیں ملتی ہیں تو انسان خوش ہوتا ہے، کبھی نعمتیں چھن جاتی ہیں تو انسان غم اور حزن وملال کا شکار ہوجاتا ہے، کبھی پسندیدہ حالات آتے ہیں تو انسان مسرت وشادمانی سے جھومنے لگتا ہے اور جب ناپسندیدہ حالات پیش آتے ہیں تو رونا پیٹنا شروع کردیتا ہے۔قرآن مقدس کے اندر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان وتقویٰ کے لئے بشارتیں دی ہیں اور اہل کفر وشرک اور نافرمانوں کو عذاب کی دھمکی دی ہے۔کبھی اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ان کی غفلتوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے دنیا میں چھوٹا عذاب چکھادیتا ہے تاکہ وہ متنبہ ہوکر اپنی غفلتوں، گناہوں اور نافرمانیوں سے تائب ہوکر دوبارہ اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ مضبوط کرلیں۔ارشاد ربانی ہے:وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَى دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (السجدہ:۲۱) بالیقین ہم انہیں قریب کے چھوٹے سے بعض عذاب اس بڑے عذاب کے سوا چکھائیں گے تاکہ وہ لوٹ آئیں۔

عذاب ادنیٰ، چھوٹے سے یا قریب کے بعض عذاب سے دنیا کا عذاب یا دنیا کی مصیبتیں، آفات وبلیات اور بیماریاں وغیرہ مراد ہیں اور یہ چیزیں دنیا میں انسان کو اس لئے لاحق ہوتی ہیں تاکہ وہ اپنے کفر وشرک، معصیت، ظلم وعدوان اور بغاوت وسرکشی سے تائب ہوکر دوبارہ اللہ کی طرف لوٹ آئے۔اللہ تعالیٰ قرآن کے اندر یہ بھی ارشاد فرماتا ہے:وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُواْ وَاتَّقَواْ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ وَلَـكِن كَذَّبُواْ فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُواْ يَكْسِبُونَ. أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَى أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتاً وَهُمْ نَآئِمُونَ. أَوَ أَمِنَ أَهْلُ الْقُرَى أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يَلْعَبُونَ. أَفَأَمِنُواْ مَكْرَ اللّهِ فَلاَ يَأْمَنُ مَكْرَ اللّهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ (الاعراف:۹۶-۹۹) اور اگر بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے، لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا، کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہوگئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب شب کے وقت آپڑے جس وقت وہ سو رہے ہوں اور کیا ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو

گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آپڑے جس وقت کہ وہ اپنے کھیلوں میں مشغول ہوں۔کیا وہ اللہ کی اس پکڑ سے بے فکر ہوگئے ہیں سو اللہ کی پکڑ سے بجز ان کے جن کی شامت ہی آ گئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا۔

حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ بیان فرمایا ہے کہ ایمان وتقویٰ ایسی چیز ہے کہ جس بستی کے لوگ اسے اپنا لیں تو ان پر اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتا ہے یعنی حسب ضرورت انہیں آسمان سے بارش مہیا فرماتا ہے اور زمین اس سے سیراب ہوکر خوب پیداوار دیتی ہے نتیجتاً خوش حالی وفراوانی ان کا مقدر بن جاتی ہے لیکن اس کے برعکس تکذیب اور کفر کا راستہ اختیار کرنے پر قومیں اللہ کے عذاب کی مستحق ٹھہر جاتی ہیں پھر پتہ نہیں ہوتا کہ شب وروز کی کس گھڑی میں عذاب آجائے اور ہنستی کھیلتی بستیوں کو آن واحد میں کھنڈر بنا کر رکھ دے اس لئے اللہ کی ان تدبیروں سے بے خوف نہیں ہونا چاہئے،اس بے خوفی کا نتیجہ سوائے خسارہ کے اور کچھ نہیں''۔(احسن البیان،ص:۴۴۰)

اللہ رب العالمین کے اسی قانون کے تحت وقتاً فوقتاً دنیا میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے جاتے ہیں،کبھی یہ جھٹکے بہت ہلکے ہوتے ہیں،زمین کے اندر معمولی حرکت محسوس ہوتی ہے،کوئی تباہی وبربادی دیکھنے کو نہیں ملتی اور کبھی یہ جھٹکے اتنے شدید اور خطرناک ہوتے ہیں کہ ہزاروں جانیں اور اثاثے وگھربار تباہ وبرباد ہوجاتے ہیں۔پچھلے ماہ ۳/نومبر کی شب میں جو زلزلے کے جھٹکے نیپال اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں محسوس کئے گئے انہیں رات کی تنہائی میں بہت سارے لوگوں نے محسوس کیا، نیپال کے کچھ علاقوں میں اس زلزلے سے بہت زیادہ جانی ومالی نقصان بھی ہوا۔

ذیل کے سطور میں زلزلے سے متعلق سائنسی اور اسلامی نظریہ مختصراً پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔زلزلے کے سلسلے میں مختلف سائنسی نظریے پائے جاتے ہیں۔ایک نظریہ یہ ہے کہ زمین کے اندر جو آتشی گیس (Explosive gasses) ہیں اگر زمین کے کسی حصے میں یہ گیس جمع ہوجائے تو وہ جگہ گیس کی شدت کی وجہ سے پھڑ پھڑانے لگتی ہے،اسی پھڑ پھڑاہٹ کی وجہ سے زمین کے اوپر زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے جاتے ہیں۔

ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ زمین کے جن حصوں میں آتش فشاں پہاڑ ہیں جب وہ پھٹتے ہیں تو ان کی وجہ سے وہ زمین لرزنے اور کانپنے لگتی ہے جس کی وجہ سے زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے جاتے ہیں۔ایک نظریہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ زمین کے اوپر میخوں کی طرح قائم پہاڑ اور چٹانیں جن کی جڑیں زمین میں پھیلی ہوتی ہیں جب ان میں سے کوئی پہاڑ یا چٹان اندرونی یا بیرونی طور پر پھٹتی ہے تو اس کی جڑوں کے حرکت کرنے کی وجہ سے زمین کانپنے اور لرزنے لگتی ہے اور سطح زمین پر زلزلہ محسوس ہوتا ہے۔بعض لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ سمندر میں ابال آنے سے اس کے طوفانی اثرات کناروں تک پہنچتے ہیں اور سمندری ساحلوں کی زمین میں ہلچل سی پیدا ہوجاتی ہے اور ہلکا سا زلزلہ محسوس ہوتا ہے۔ان کے علاوہ بھی کچھ نظریات پائے جاتے ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔

زلزلے اورزمین پھٹنے کا ذکراللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندربھی فرمایاہے،ارشاد ہے:وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ. وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ .إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ (طارق:۱۱-۱۳)بارش والے آسمان کی قسم اور پھٹنے والی زمین کی قسم بے شک یہ قرآن دوٹوک فیصلہ کرنے والا کلام ہے۔

قرآن مجید کے اندرزلزلہ کوعذاب کی ایک صورت بھی قراردیا گیا ہے۔ارشادربانی ہے:قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَاباً مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعاً وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ. (انعام:۶۵)آپ کہیے کہ اس پربھی وہی قادر ہے کہ تم پرکوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یاتمہارے پاؤں تلے سے یا کہ تم کوگروہ گروہ کرکے سب کوبھڑادے اورتمہارے ایک کودوسرے کی لڑائی چکھادے۔

مفسرین کی تفسیر کے مطابق ’’تحت أرجلكم‘‘ سے دھنس جانے یازلزلہ آنے کاعذاب مراد ہے۔

زلزلہ ایک ایسا حادثہ ہے جس سے انسانی جان ومال کا نقصان ہوتا ہے اورزمین کے اندریہ ایک خلاف معمول حالت ہے اوراس حالت کا ذمہ دارخودانسان ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (روم:۴۱)خشکی اورتری میں لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے فسادپھیل گیا تا کہ انہیں ان کے بعض اعمال کا پھل اللہ تعالیٰ چکھادے، بہت ممکن ہے کہ وہ بازآجائیں۔

یہاں فساد سے مراد ہروہ بگاڑ ہے جس سے انسانوں کے معاشرے اورآبادیوں میں امن وسکون تہ وبالا ہوجائے اوران کے عیش وآرام میں خلل واقع ہو۔ بلاشبہ زلزلہ ان ارضی آفات میں سے ہے جس سے انسان کوزبردست ضررلاحق ہوتا ہے۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ زلزلے انسانوں کی بداعمالیوں اوراللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے ناراضگی کی وجہ سے بھی آتے ہیں۔احادیث نبویہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:"ليشربن أناس من أمتي الخمر ويسمونها بغير اسمها يعرف على رؤوسهم بالمعازف والمغنيات يخسف الله بهم الأرض ويجعل منهم القردة والخنازير". (سنن ابن ماجة: ٤٠٢٠، وصححه الألباني) میری امت کے کچھ لوگ ضرور بالضرورشراب نوشی کریں گے اورشراب کا نام کچھ اوررکھ لیں گے،ان کے سروں پرآلات موسیقی بجائے جائیں گے اورگانے والیاں گائیں گی،اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں (زلزلوں کے ذریعہ) دھنسادے گا اورانہیں میں سے کئی لوگوں کوبندراورسوربنادے گا۔

حضرت سعدبن سہل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:"سيكون في آخر الزمان خسف ومسخ، قيل متى ذلك يا رسول الله؟ قال إذا ظهرت المعازف والقينات استحلت الخمر" (سنن أبي داود: ٣٦٩٦، وصححه الألباني) آخری زمانے میں لوگوں کوزمین میں دھنسادیاجائے گا،ان پر

پتھروں کی بارش کی جائے گی اوران کی شکلیں مسخ کردی جائیں گی۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایسا کب ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب آلات موسیقی پھیل جائیں گے، گانے والیاں عام ہوجائیں گی اور شراب کو حلال سمجھ لیا جائے گا۔

ان احادیث نبویہ کے اندر اللہ کے رسول ﷺ کی جانب سے یہ پیش گوئی ہے کہ جب لوگ آلات موسیقی استعمال کرنے، گانے بجانے والی لونڈیاں رکھنے اور شراب پینے جیسے گناہوں میں ملوث ہوجائیں گے تو اللہ کی طرف سے بطور عذاب ان پر زلزلے آئیں گے جن کے ذریعہ انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا، ان کے اوپر پتھروں کی بارش ہوگی اوران کی شکلیں بدل دی جائیں گی۔ آج اس قسم کے گناہ عام ہوچکے ہیں شاید انہی کی وجہ سے آج جگہ جگہ زلزلوں کی کثرت نظر آرہی ہے جن کی وجہ سے بے انتہا جانی ومالی نقصان کے مناظر بکثرت نظر آرہے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی حدیثوں کے اندر زلزلے کو قیامت کی نشانیوں میں سے بھی قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”لا تقوم الساعة حتى يقبض العلم وتكثر الزلازل ويتقارب الزمان وتظهر الفتن ويكثر الهرج وهو القتل حتى يكثر فيهم المال فيفيض“ (البخاري: ۱۰۳۶) قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتی کہ علم اٹھ جائے گا، زلزلے بکثرت آنے لگیں گے، زمانہ قریب ہوجائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے، قتل وغارت گری بڑھ جائے گی اور تمہارے درمیان مال ودولت کی بہتات ہوجائے گی اور مال بہت عام ہوجائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک اثر کے اندر بدعات ایجاد کرنے کو زلزلے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ حضرت صفیہ بنت ابی عبید بیان کرتی ہیں: ”زلزلت الأرض على عهد عمر حتى اصطفقت السرر فخطب عمر الناس فقال: أحدثتم لقد عجلتم لإن عادت لأخرجن من بين أظهركم وفي رواية قال ما كانت هذه الزلزلة إلا عند شيء أحدثتموه والذي نفسي بيده أن عادت لا أساكنكم فيها أبدا“ (البيهقي في السنن: ۳/۳۴۲، وابن عبد البر في التمهيد: ۳/۳۱۸، كشف الصلصلة عن وصف الزلزلة لجلال الدين السيوطي، ص: ۱۴۶، ۱۴۷) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اتنا شدید زلزلہ آیا کہ پلنگ آپس میں ٹکرا گئے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم نے نئے نئے کام ایجاد کئے، یقیناً تم نے بہت جلدی کی اور اگر وہ چیزیں دوبارہ آگئیں تو میں تمہارے درمیان سے نکل جاؤں گا اور ایک روایت میں ہے کہ: یہ زلزلہ تو تبھی آتا ہے جب تم لوگ دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرتے ہو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر دوبارہ ایسا ہوا تو میں کبھی تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا۔

زلزلے قدرتی آفات میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے بندوں کو ڈرانے کے لئے بھیجتا ہے۔ حضرت قتادہ سے آیت کریمہ ”وما نرسل بالآيات إلا تخويفا“ (اسراء:۵۹) ہم تو لوگوں کو ڈرانے کے لئے ہی نشانیاں بھیجتے ہیں۔ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں کے ذریعہ لوگوں کو ڈراتا ہے تاکہ لوگ اللہ کی رضا طلب کریں

یا نصیحت حاصل کریں، اللہ کی طرف رجوع کریں۔ہم سے یہ ذکر کیا گیا کہ ایک بار کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں زمین ہلنے لگی تو انہوں نے فرمایا: لوگو! اللہ چاہتا ہے کہ تم اس کی رضا طلب کرو تم اللہ سے اس کی رضامندی حاصل کرو۔(ابن ابی سنیہ:۲/۳/۴۷۳،وتفسیر ابن جریر طبری:۱۴/ ۶۳۸)

جب ہمارے سامنے قدرتی آفات آئیں، زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوں، آندھی وطوفان آئے یا کوئی بھی ناپسندیدہ صورت حال پیش آئے تو ہماری پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم توبہ واستغفار کریں، اپنے گناہوں اور بداعمالیوں پر نادم ہوں اور اللہ کی طرف رجوع کریں، اللہ سے معافی طلب کریں، معاشرے اور سماج میں نیکیوں اور خیر کو عام کرنے کی کوشش کریں، امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں اور ممکن ہوسکے تو مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کریں، ان کے جانی ومالی نقصان کی بحالی کے لئے اقدام کریں، ان کے لئے دعاء خیر کریں اور ان کی دلجوئی کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی آفات وبلیات سے محفوظ رکھے، ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں اپنے دین پر ثابت قدم رکھے، آمین۔

☆☆☆

سنن رواتب کے احکام ومسائل

ڈاکٹر عبد الصبور ابوبکر
استاد حدیث، جامعہ سلفیہ، بنارس

(بارہویں اور آخری قسط)

سننِ راتبہ کی مقرر کردہ رکعات میں اضافہ کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سننِ راتبہ کی تعداد اور ان کے اوقات کو متعین فرما دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ادائیگی پر ہیشگی برتی ہے اسی وجہ سے انہیں سنن راتبہ کہا جاتا ہے، لہٰذا کسی کو شرعا یہ اختیار نہیں ہے کہ ان کی تعداد یا اوقات میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی کرے۔ ایسا کرنا شریعت کی مخالفت ہوگی اور اسے دین میں بدعت شمار کیا جائے گا۔

مگر کچھ لوگ فرض نمازوں سے پہلے اور بعد میں سنن مؤکدہ کے علاوہ اور بھی نفلی نمازیں پڑھتے ہیں اور ان کی تعداد وکیفیت کا اس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ دیکھنے والا یہ گمان کر بیٹھے کہ یہ بھی سنن مؤکدہ ہی کے قبیل سے ہیں۔ جیسے ہندو پاک میں کچھ لوگ ظہر میں مع فرض بارہ رکعت، عصر میں آٹھ رکعت، مغرب میں سات یا گیارہ رکعت، عشا میں سترہ اور جمعہ میں چودہ رکعت پڑھنے کی حد درجہ پابندی کرتے ہیں، وہ انہیں کسی بھی حال میں ترک نہیں کرتے ہیں چاہے انتہائی عجلت اور نماز کے ارکان وواجبات کی پرواہ کیے بغیر پڑھیں مگر ضرور پڑھیں گے، ظاہر ہے کہ یہ افراط اور غلو ہے اور شریعت میں بے جا شدت اختیار کرنا ہے۔

بلا شبہ بعض فرض نمازوں سے پہلے یا بعد میں سننِ رواتب کے علاوہ کچھ اور سنتوں کا پڑھنا مسنون ہے لیکن ان کا مقام سنن راتبہ کا نہیں ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ فرائض کو فرائض، رواتب کو رواتب اور عام نوافل کو عام نوافل ہی کا درجہ دیا جائے، کسی بھی شرعی عمل کو اس کی مقرر کردہ حیثیت سے آگے نہ بڑھایا جائے۔

سننِ راتبہ میں جہری قراءت کا حکم:

سننِ رواتب میں سری قراءت کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور یہی اصل ہے تا کہ ان کے اور فرائض کے درمیان فرق رہے اور قراءت میں مشابہت نہ ہو۔ جمہور فقہا کے نزدیک دن ورات کی تمام سننِ رواتب میں سری قراءت کرنا مستحب ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وأما السنن الراتبة مع الفرائض فيسرّ بها كلّها باتفاق أصحابنا، ونقل القاضی عياض فی شرح مسلم عن بعض السلَف بالجهر فی سنة الصبح، وعن الجمهور الإسرار كمذهبنا"(۱)۔

"فقہائے شافعیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فرض کے ساتھ پڑھی جانے والی سننِ راتبہ میں سری قراءت کی جائے گی۔ قاضی عیاض نے شرح مسلم میں بعض سلف سے نقل کیا ہے فجر کی سنت میں جہری قراءت ہے لیکن جمہور اہل

علم کے نزدیک ہمارے مذہب ہی کی طرح آہستہ قراءت کرنا ہے"۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والسنة الراتبة فيه المخافتة"(۲)"سنت راتبہ میں آواز پست کرنا ہے"۔

لیکن بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر کبھی کوئی شخص سنت راتبہ میں ہلکی بلند آواز سے قراءت کرلے یا بعض آیات کو جہرًا پڑھ لے اس طرح کہ وہ خود سنے اور کسی کو تشویش اور تکلیف نہ ہو اور اس میں خشوع، دلجمعی، چستی پیدا کرنے اور وسوسے کو دور کرنے کی مصلحت موجود ہو تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کی نماز درست ہوگی البتہ اس پر ہیشگی برتنا صحیح نہیں ہے(۳)۔جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں کبھی بعض آیات کو بلند آواز سے پڑھتے یہاں تک آپ کے پیچھے صحابہ کرام سن لیتے تھے(۴)۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"إنْ جهر في موضع الإسرار أو أسر في موضع الجهر ترك السنة، وصحّت صلاته"(۵)

"نماز میں اگر کوئی سری کی جگہ جہری یا جہری کی جگہ سری قراءت کردے تو وہ سنت کا تارک ہوگا مگر اس کی نماز صحیح ہوگی"۔

بعض اہل علم نے رات اور دن کی نفل نمازوں میں تفریق کرتے ہوئے رات کی سنت راتبہ کو تھوڑی بلند آواز سے پڑھنے کی اجازت دی ہے(۶)۔

بیٹھ کرسنن رواتب پڑھنا:

استطاعت رکھنے والے کے لیے فرض نماز میں قیام (یعنی کھڑے ہوکر پڑھنا) رکن ہے اگر کوئی شخص کھڑے ہونے کی استطاعت رکھنے کے باوجود بیٹھ کر فرض نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی اور نفلی نمازوں میں قیام مستحب ہے سوائے وتر کے بعد کی دو رکعت کے، جسے بیٹھ کر پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

اگر کوئی شخص سنن رواتب یا دیگر نوافل جیسے چاشت کی نماز، تحیۃ المسجد اور رات کی نمازوں کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اس کی نماز درست ہوتی ہے مگر اسے کھڑے ہوکر نماز پڑھنے والے سے آدھے ثواب ملتا ہے البتہ عذر کے ساتھ پڑھنے میں فرض اور نفل تمام نمازوں میں کامل اجر ملتا ہے۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ جو بواسیر کے مریض تھے بیان کرتے ہیں:

سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صلاة الرجل قاعدا، فقال: إن صلى قائما فهو أفضل، ومن صلى قاعدا فله نصف أجر القائم، ومن صلى نائما فله نصف أجر القاعد (۷)۔

"میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی آدمی کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: افضل یہی ہے کہ وہ کھڑے ہوکر پڑھے کیونکہ جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی اسے کھڑے ہوکر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے اور جس نے لیٹ کر نماز پڑھی اس کو بیٹھ کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے"۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"هذا للصحيح ولمن ليس له عذر، فأما من كان له عذر من مرض أو غيره فصلى

جالسا فله مثل أجر القائم"(۸)۔

"یہ حکم صحت منداور اس شخص کے لیے ہے جس کے پاس کوئی عذر نہ ہوالبتہ جو بیماری وغیرہ کی وجہ سے معذور ہو اسے بیٹھ کر نماز پڑھنے پر کھڑے ہونے والے کے برابر ہی ثواب ملتا ہے"۔

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هذا الحديث فى صلاة التطوع؛ لأن أداء الفرائض قاعدًا مع القدرة على القيام لا يجوز، فإن صلَّى القادر صلاة التطوع قاعدًا، فله نصف أجر القائم"(۹).

"یہ حدیث نفل نماز کے بارے میں ہے کیونکہ قدرت رکھنے کے باوجود بیٹھ کر فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر قیام کی استطاعت رکھنے والا بیٹھ کر نفل نماز ادا کرے تو اسے کھڑے ہونے والے کا نصف ثواب ملے گا"۔

محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث:"صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم" علما کے نزدیک نفل نماز کے لیے خاص ہے فرض نماز اس میں داخل نہیں ہے لہٰذا قیام کی استطاعت رکھنے والے کے لیے جائز ہے کہ بیٹھ کر نفلی نماز پڑھے مگر اسے کھڑے ہوکر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملے گا لیکن اگر کوئی شخص عمر دراز ہو، یا اس کا جسم بھاری ہو، یا مَلَل اور اکتاہٹ کا شکار ہو یا بیمار ہو اور بیٹھ کر نماز پڑھنے میں اطمنان و راحت محسوس کرتا ہو یا بیٹھ کر نماز پڑھنا نماز میں دلجمعی، لمبی قراءت اور طویل رکوع وسجود کا باعث ہوتو ایسے شخص کو بیٹھ کر نفل نماز پڑھنے کے باوجود کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کا کامل ثواب ملے گا۔البتہ قیام کی استطاعت رکھنے والے کے لیے فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے(۱۰)۔

سخت بیماری میں سنن راتبہ کی ادائیگی میں رخصت:

شدتِ مرض کی وجہ سے سننِ راتبہ ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص حالتِ صحت میں ان سنتوں کی پابندی کرتا رہا ہوا اور نیت ہو کہ اگر وہ بیمار نہ ہوتا تو انہیں پڑھتا تو اسے بیماری کی وجہ سے ان سنتوں کے چھوڑ دینے کے باوجود ان کی ادائیگی کا کامل ثواب ملے گا جو کہ یقیناً اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے بندے کے لیے ایک بڑا انعام ہے۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إذا مرض العبد أو سافر كُتِبَ له من الأجر مثل ما كان يعمل مقيماً صحيحًا"(۱۱)

"جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر میں ہوتا ہے تو اس کے لیے ان تمام اعمال کا ثواب بھی لکھا جاتا ہے جنہیں وہ اقامت اور صحت کی حالت میں ادا کیا کرتا تھا"۔

البتہ حالتِ مرض میں بھی وتر اور فجر کی سنتوں کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سفر اور حضر میں کبھی انہیں ترک نہیں کرتے تھے، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی ضروری عمل یا اہم مشغولیت کی وجہ سے کسی سنت مؤکدہ کی ادائیگی نہ کر سکے تو اسے چاہیے کہ بعد میں اس کی قضا کرلے۔

مسافر کا مسجد نبوی اور مسجد حرام میں سننِ رواتب پڑھنا:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"صلاةٌ في مسجدي هذا خيرٌ من ألف صلاة فيما سواه، إلا المسجد الحرام"(۱۲)

"میری اس مسجد کے اندر ایک وقت کی نماز مسجد حرام کے علاوہ دیگر مسجدوں میں ایک ہزار نماز سے افضل ہے"

اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے:

"وصلاة في المسجد الحرام أفضل من مائة صلاة في هذا"(۱۳)

"اور مسجد حرام میں ایک وقت کی نماز میری اس مسجد میں ایک سو نماز سے افضل ہے "یعنی دیگر مسجدوں کے مقابلے میں ایک لاکھ نماز سے افضل ہے۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجدِ نبوی اور مسجدِ کعبہ میں نماز پڑھنا دیگر مساجد میں پڑھنے سے حد درجہ افضل ہے۔ حدیث میں لفظ "صلاة " نکرہ ہے جو بظاہر عموم پر دلالت کرتا ہے اور نوافل اور فرائض دونوں کو شامل ہے لیکن ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں گھروں میں نفل نماز پڑھنا مسجد نبوی میں پڑھنے سے افضل ہے۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أفضل الصلاة صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة"(۱۴)

"انسان کی سب سے افضل نماز اس کے گھر کی نماز ہے سوائے فرض نماز کے"۔

ابوداود وغیرہ کے الفاظ یہ ہیں:

"صلاة المرء في بيته أفضل من صلاته في مسجدي هذا إلا المكتوبة"(۱۵)

آدمی کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے سوائے فرض نماز کے"۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے مکہ اور مدینہ میں اپنے گھروں میں نفلی نماز پڑھنا مسجد حرام اور مسجد نبوی میں پڑھنے سے افضل ہے اسی لیے بعض اہل علم نے ان احادیث کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے کہا کہ مسجد نبوی اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی فضیلت اور ثواب میں اضافے کا حکم سنن رواتب اور دیگر سنتوں کو شامل نہیں ہے بلکہ یہ فضیلت فرض نمازوں کے لیے خاص ہے(۱۶)۔

جبکہ جمہور اہل علم کے نزدیک ثواب میں اضافے کا حکم فرائض ونوافل تمام نمازوں کو شامل ہے لیکن مکہ ومدینہ میں بھی گھروں میں نوافل پڑھنا افضل ہے(۱۷)۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ويمكن أن يقال: لا مانع من إبقاء الحديث على عمومه فتكون صلاة النافلة في بيت بالمدينة أو مكة تضاعف على صلاتها في البيت بغيرهما، وكذا في المسجدين، وإن كانت في البيوت أفضل مطلقاً"(۱۸)

"یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس بات کے لیے کوئی مانع نہیں ہے کہ حدیث کو اس کے عموم پر باقی رکھا جائے اور مدینہ یا مکہ کے اندر گھروں میں نفلی نماز پڑھنے کا ثواب دوسری جگہوں میں پڑھنے سے زیادہ ہو اسی طرح دونوں مسجدوں

کے اندر پڑھنے کا ثواب بھی زیادہ ہو اگر چہ گھروں میں پڑھنا مطلق طور پر افضل ہو"۔

یعنی گھروں میں نفلی نماز پڑھنا افضل ہو اور مسجد نبوی اور مسجد حرام میں پڑھنے کا ثواب زیادہ ہو کیونکہ ثواب میں اضافے سے اس کا افضل ہونا لازم نہیں آتا ہے کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ مفضول میں کوئی ایسی خصوصیت موجود ہو جو فاضل میں نہ ہو۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مدینہ میں مقیم شخص کے لیے اولیٰ وافضل یہ ہے کہ سننِ رواتب اور دیگر نفلی نمازوں کو گھروں میں ادا کرے اور لفظ "افضل" سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسجد نبوی میں نوافل پڑھتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

مسافر کے لیے وتر اور فجر کی سنتوں کے علاوہ دیگر سننِ رواتب نہ پڑھنا اور مطلق نفل نمازیں پڑھنا مستحب ہے اور یہ حکم ہر جائز سفر کے لیے عام ہے لہٰذا حرمین شریفین کے مسافر کے لیے مسجد نبوی اور مسجد حرام میں تحیۃ المسجد، چاشت کی نماز، استخارہ کی نماز، تہجد کی نماز اور دیگر مطلق نفل نمازیں پڑھنا جائز ہے، بلکہ اسے حرمین میں اپنی موجودگی کو غنیمت جانتے ہوئے زیادہ سے زیادہ مطلق نفل نمازیں پڑھنی چاہیے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہوئے حالتِ سفر میں ظہر، مغرب اور عشا کی سنت مؤکدہ نہ پڑھنا افضل ہے، کیونکہ سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر اور فجر کی سنتوں کے علاوہ دیگر سننِ رواتب پڑھنا محفوظ نہیں ہے، لہٰذا انسان حالتِ سفر میں چاہے حرمین شریفین ہی میں کیوں نہ ہو اس کے لیے افضل یہی ہے کہ ان سنتوں کا اہتمام نہ کرے لیکن عام نفل نمازیں پڑھنا مستحب ہے۔

اگر کسی نے حالت سفر میں ان تین نمازوں کی سنت مؤکدہ بھی پڑھ لی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے گرچہ چھوڑ دینا اولیٰ وافضل ہے کیونکہ اسے سفر کی وجہ سے ان سنتوں کے چھوڑ دینے پر بھی ان کی ادائیگی کا پورا ثواب ملتا ہے جیسا کہ ابوموسیٰ اشعری کی حدیث میں گزرا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں صرف فرض نماز قصر کے ساتھ پڑھتے تھے اور سننِ رواتب نہیں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے: "لو كنت مسبّحًا لأتممتُ صلاتي"(۱۹)۔

"اگر مجھے سنت ہی پڑھنی ہوتی تو میں اپنی فرض نماز کو مکمل پڑھتا"۔

گھروں کو قبرستان نہ بناؤ:

سنن رواتب اور دیگر نوافل کو گھروں میں ادا کرنا افضل ہے۔ متعدد احادیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی تاکید کی ہے اور گھروں میں مصلیٰ بنانے کا حکم دیا ہے اور انہیں قبرستان بنانے سے منع فرمایا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"صلوا في بيوتكم ولا تتخذوها قبورا"(۲۰).

"اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور انہیں قبر نہ بناؤ"۔

یعنی گھروں کو قبر اور قبرستان کی طرح نہ بناؤ جہاں نماز نہیں پڑھی جاتی ہے یا تم گھروں میں مردوں کی طرح نہ رہو جو اللہ کا ذکر نہیں کرتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ بات بھی

معلوم ہوتی ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

ذارغور کریں! اس قدر تاکیدی حکم کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت اس نبوی ہدایت پر عمل پیرا نہیں ہے۔ اہل ایمان کی ایک بڑی تعداد سنتوں کی ادائیگی میں کوتاہ ہے اور جو لوگ پڑھتے ہیں وہ عموما مسجدوں ہی میں پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں، گھروں کو نوافل سے آباد نہیں کرتے ہیں اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی عادت بدلیں اور گھروں میں سنن رواتب اور عام نفل نمازیں پڑھنے کو اپنا معمول بنائیں تاکہ اجر عظیم کے مستحق ہوں اور فرمان نبوی پر عمل کرنے والے ہوں اور تاکہ ہمارے گھروں میں برکتوں کا نزول ہو اور گھروں کا ماحول دینی ہو اور ہمارے بچے ہمیں دیکھ کر نماز پڑھنا سیکھیں اور ان کے دلوں میں نماز اور دینی شعائر کی محبت پیدا ہو۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اتفق العلماء على أفضلية فعل النوافل المطلقة فى البيت"(۲۱).

"علما کا اتفاق ہے کہ مطلق نفلی نمازوں کو گھروں میں پڑھنا افضل ہے"۔

فجر اور ظہر کی سنت قبلیہ کو اذان سے پہلے پڑھنا:

فرض نماز سے قبل یا بعد ادا کی جانے والی سنتوں کو سنتِ راتبہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کا وقت اور تعداد متعین ہے۔ ان کی بجا آوری کا تاکیدی حکم ہے۔ وہ فرائض کے تابع ہیں اور ان کی ادائیگی کے اوقات فرض نمازوں کے اوقات کے ساتھ مربوط ہیں اور چونکہ فرض نمازوں کے لیے دخولِ وقت شرط ہے لہذا جس طرح فرض نماز کو اس کے وقت سے پہلے پڑھنا درست نہیں ہے اسی طرح سنت مؤکدہ کو فرض کا وقت داخل ہونے سے پہلے پڑھنا اس کی ادائیگی کے لیے کافی نہیں ہے، لہٰذا جہاں اول وقت پر اذان ہوتی ہو وہاں اگر کوئی اذان سے پہلے فجر اور ظہر کی سنت قبلیہ پڑھ لے یا پڑھنا شروع کردے تو اسے سنت مؤکدہ شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ تحیۃ المسجد یا عام نفلی نماز ہوگی بشرطیکہ ممنوعہ وقت نہ ہو۔ دخولِ وقت اور اذان کے بعد اسے دوبارہ سنت مؤکدہ کو ادا کرنا ہوگا۔ اسی طرح سنت بعدیہ کو فرض نماز سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ ابھی اس کا وقت داخل ہی نہیں ہوا ہے۔ البتہ سنت قبلیہ کو فرض کے بعد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ سننِ رواتب کی قضا جائز ہے۔

لیکن جہاں اول وقت پر اذان نہ ہو بلکہ کچھ تاخیر سے ہو اور کسی نے فرض نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد اور اذان سے پہلے سنتِ راتبہ پڑھ لی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اسے راتبہ ہی مانا جائے گا کیونکہ اس نے وقت کے اندر پڑھا ہے۔

فجر کی سنتوں کو مقرر کردہ وقت پر پڑھنے میں افراط وتفریط:

فجر کی دو سنتوں کی ادائیگی کا اصل وقت فرض نماز سے پہلے ہے۔ لیکن اس میں ہماری سستی و کاہلی کا عالم یہ ہے کہ کم ہی ایسے لوگ ہیں جو ان سنتوں کو اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں۔ ہماری اکثریت فجر کی نماز باجماعت پڑھنے سے غائب رہتی ہے اور جو مسجدوں میں پہنچتے ہیں وہ بھی عموما جماعت شروع ہونے کے بعد۔ جس کی وجہ سے فجر کی سنت قبلیہ فوت ہو جاتی ہیں جسے وہ فرض کے بعد ادا کرتے ہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی اجنبی شخص ہماری مسجدوں میں داخل

ہوجائے تو فجر کی نماز کے بعد لوگوں کو سنتوں کی قضا کرتے ہوئے دیکھ کر یہ تصور کرسکتا ہے کہ یہ بعد یہ سنت مؤکدہ ہے اس کثرت سے لوگ ان کی قضا کرتے ہیں۔ یہ نہایت افسوس کا مقام ہے، اس روش کو بدلنے کی ضرورت ہے کیونکہ قضا جواز کے لئے ہے نہ کہ اس لئے کہ ہم اسے اپنی عادت بناڈالیں۔

اس کے برعکس کچھ لوگ فجر کی سنتوں کا فرض نماز سے پہلے پڑھنے کا اس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ جماعت قائم ہوجانے کے بعد بھی اگر ان میں سے کوئی مسجد میں داخل ہوتا ہے تو پہلے سنت ادا کرتا ہے پھر جماعت میں شامل ہوتا ہے۔ چاہے اس کی ایک رکعت ہی کیوں نہ چھوٹ جائے بلکہ چاہے اس کی مکمل جماعت ہی کیوں نہ فوت ہوجائے۔ یہ غلو ہے۔ سنت کے خلاف ہے اور اس حدیث "إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة"(۲۲)(جب نماز کے لئے اقامت کہہ دی جائے تو فرض نماز کے سوا کوئی دوسری نماز نہیں ہے) کی صریح مخالفت ہے۔

یہ مسلمہ امر ہے کہ فجر کی دوسنتوں کا مقام تمام مؤکدہ سنتوں سے بڑھ کر ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم جماعت کو چھوڑ کر سنت کی ادائیگی میں مشغول ہوجائیں۔

فجر کی سنتوں کے بعد دائیں پہلو پر لیٹنا:

اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک فجر کی سنتوں کے بعد داہنی کروٹ لیٹنا مسنون ہے، چاہے کوئی ان سنتوں کو گھر میں پڑھے یا مسجد میں، چاہے اس سے پہلے تہجد کی نماز پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو، تھوڑی دیر کے لیے دائیں پہلو پر لیٹنا مستحب ہے۔ غلو اور شدت اختیار کرتے ہوئے ابن حزم رحمہ اللہ نے لیٹنے کو واجب قرار دیا ہے اور کہا کہ ان سنتوں کے بعد لیٹنا صلاۃ فجر کے لیے شرط ہے، کسی نے اگر بھول کر بھی چھوڑ دیا تو اس کی فجر کی فرض نماز باطل ہوجائیگی (۲۳)۔ بلاشبہ یہ نہایت عجیب وغریب اور شاذ ومنکر قول ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین سے فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا ثابت ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كان النبى صلى الله عليه وسلم إذا صلّى ركعتَىْ الفجر اضطجع على شقّه الأيمن(۲۴).

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعت سنت پڑھ لیتے تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے"۔

دوسری حدیث میں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سكت المؤذن بالأولى من صلاة الفجر، قام فركع ركعتين خفيفتين قبل صلاة الفجر، بعد أن يستبين الفجر، ثم اضطجع على شقه الأيمن، حتى يأتيه المؤذن للإقامة(۲۵).

"جب موذن فجر کی اذان سے فارغ ہوتا اور صبح صادق روشن ہوجاتی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے اور فجر کی نماز سے پہلے ہلکی دو رکعت سنت پڑھتے پھر داہنی کروٹ لیٹ جاتے یہاں تک مؤذن اقامت کہنے کی اطلاع دینے کے لیے آپ کے پاس آتا"۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"أن رسول الله ﷺ كان يفصل بين ركعتيه من الفجر وبين الصبح بضجعةٍ على شقّه الأيمن "(۲۶)۔

"اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دوسنتوں اور فرض نماز کے درمیان داہنی کروٹ لیٹ کر فصل کرتے تھے"۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ اشعری، رافع بن خدیج اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم فجر کی سنتوں کے بعد لیٹتے تھے (۲۷)۔

ان احادیث وآثار سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا مشروع اور مستحب ہے، واجب اور ضروری نہیں ہے اس لیے کہ یہ سنتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہیں آپ نے اس کا حکم نہیں دیا ہے اور صیغہ امر کے ساتھ جو روایت آئی ہے جس سے ابن حزم نے وجوب کا استدلال کیا ہے وہ روایت شاذ اور ضعیف ہے (۲۸)۔

بعض اسلاف نے فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنے کو ناپسند کیا ہے (۲۹)۔ جبکہ فقہا کی ایک جماعت کے نزدیک یہ عام سنت نہیں ہے بلکہ اس شخص کے حق میں مستحب ہے جو قیام اللیل کی وجہ سے تھک گیا ہوتا کہ بدن کو تھوڑی راحت مل جائے اور فجر کی نماز کے لیے قوت حاصل ہو جائے، اسی طرح امام کے حق میں بھی یہ مستحب ہے کیونکہ اگر اس پر نیند کا غلبہ ہو جائے تو موذن فرض نماز کے لیے اسے بیدار کر دے گا لیکن عام لوگوں کے لیے سنت نہیں ہے خاص طور سے ایسے شخص کے لیے جس کے پاس کوئی جگانے والا بھی نہ ہو اور اندیشہ ہو کہ لیٹنے سے وہ نیند کی آغوش میں چلا جائے گا اور طلوعِ شمس سے پہلے بیدار نہیں ہو پائے گا (۳۰)۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وكان يضطجع أحيانًا:ليستريح، إما بعد الوتر، وإما بعد ركعتي الفجر"(۳۱).

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر یا فجر کی دوسنتوں کے بعد کبھی لیٹ جاتے تھے تاکہ کچھ آرام فرمالیں"۔

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل نہیں تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات ایسا کرتے تھے چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

"أن النَّبِيّ ﷺكان إذا صلّى فإن كنتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي، وإلا اضْطَجَعَ حَتَّى يُؤْذَنَ بِالصَّلَاةِ"(۳۲).

"جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت پڑھ لیتے تو اگر میں بیدار رہتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے یہاں تک کہ آپ کو نماز کی اطلاع دی جاتی"۔

اوقاتِ مکروہہ میں سنت مؤکدہ کی ادائگی:

جس طرح اوقاتِ مکروہہ میں فرض نماز پڑھنا منع ہے اسی طرح سننِ رواتب پڑھنا بھی ممنوع ہے کیونکہ یہ سنتیں فرائض کے تابع ہیں لیکن اگر کسی انسان کی فرض نماز عذرِ شرعی کی وجہ سے چھوٹ جائے جیسے کوئی سو جائے یا بھول جائے تو اسے چاہیے کہ جب بھی بیدار ہو یا نماز یاد آئے اسی وقت نماز پڑھ لے، چاہے وہ اوقات ممنوعہ ہی کیوں نہ ہوں اور چاہے سورج طلوع یا غروب ہی کیوں نہ ہو رہا ہو۔ کیونکہ اس کے لئے اس نماز کا وہی وقت ہے۔ تاخیر کرنا جائز نہیں ہے نیز فرض نماز پڑھتے وقت وہ قبلیہ اور بعدیہ سنتوں کو بھی ادا کرے گا (۳۳)۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَن نسى صلاةً فليصلّها إذا ذكرها، لا كفارةَ لها إلا ذلك .قال قتادة: (وأقم الصلاة لذكرى)(۳۴)

"جوکوئی نماز بھول جائے تو اسے چاہیے کہ جب بھی یاد آئے اسے پڑھ لے،اس نماز کا یہی کفارہ ہے،قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا:(وأقم الصلاة لذكرى) اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ"۔

ایک روایت میں ہے:

من نسى صلاة، أو نام عنها، فكفارتها أن يصليها إذا ذكرها(۳۵).

"جو نماز بھول جائے یا اس سے سو جائے تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب بھی اسے یاد آئے پڑھ لے"۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ایک سفر میں نیند کے غلبہ کی وجہ سے فجر کی نماز نہیں پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوعِ آفتاب کے بعد اذان کا حکم دیا پھر سنت راتبہ پڑھی پھر اقامت کہی گئی اور آپ نے فرض نماز باجماعت ادا کی(۳۶)۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فوت شدہ فرض نماز کے ساتھ سنت مؤکدہ بھی پڑھنا چاہیے(۳۷)۔

اسی طرح اگر کوئی شخص فجر کی نماز سے سو جائے اور سورج طلوع ہونے سے چند منٹ قبل بیدار ہوا اور اس کے پاس صرف اتنا وقت ہو کہ وضو کرکے دو رکعت یا ایک رکعت طلوعِ شمس سے قبل پالے۔تو اب ایسی صورت میں وہ کیا کرے؟ کیا پہلے سنت مؤکدہ پڑھے یا فرض نماز؟ سفر والی مذکورہ بالا حدیث سے پتا چلتا ہے کہ ترتیب کے ساتھ وہ پہلے سنت پھر فرض ادا کرے گا(۳۸)۔

اس کی تائید انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ جو نماز بھول جائے یا اس سے سو جائے تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب بھی اسے یاد آئے پڑھ لے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سونے والے کے لیے نماز کا وقت وہی ہے جب وہ بیدار ہوا لہٰذا وہ عام حالات کی طرح پہلے سنت پھر فرض ادا کرے گا۔

جمعہ کی بعدیہ سنت مؤکدہ کی ادائیگی میں سستی:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں باب باندھا ہے:

"الصلاة بعد الجمعة وقبلها"(۳۹)" جمعہ کے بعد اور اس کے قبل نماز پڑھنے کا ذکر"۔

اس باب کے ذریعہ امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جمعہ سے قبل اور بعد نفلی سنتوں کا ثبوت ہے اور جمعہ سے قبل عام نفلی نمازیں ہیں جبکہ جمعہ کی بعدیہ سنت زیادہ اہم اور مؤکدہ ہے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام بخاری نے "بعد الجمعہ" کو" قبل الجمعہ "پر مقدم کیا ہے(۴۰)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے اندر جس بات کی طرف اشارہ کیا ہے وہی احادیث کی روشنی میں ثابت ہے کہ جمعہ سے قبل مطلق نفلی نمازیں پڑھنا مستحب ہے جن کی تعداد متعین نہیں ہے اور جمعہ کے بعد سنت مؤکدہ ہے جس کی تعداد دو یا چار متعین ہے اور اسے گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ جیسا کہ پیچھے گزرا۔

لیکن جب ہم اپنی مساجد میں ان احادیث کا عملی جائزہ لیتے ہیں تو بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس

سنت مؤکدہ میں ہمارا حال دیگر سنتوں سے بھی بدتر ہے۔ان سنتوں کی ادائیگی میں وہ لوگ بھی کوتاہی برتتے ہیں جو دیگر سنن مؤکدہ کا اہتمام کرتے ہیں۔ جمعہ کی نماز کے فوراً بعد لوگوں کو مسجدوں سے نکلتے ہوئے دیکھ کر گمان ہوتا ہے کہ شاید جمعہ کے بعد کوئی سنت ثابت ہی نہیں ہے۔اگر کوئی شخص گھر میں پڑھنے کے ارادے سے مسجد میں نہیں پڑھ رہا ہے تو یقیناً یہ بہتر ہے مگر امر واقعی یہ ہے کہ اکثریت گھر پر بھی نہیں پڑھتی ہے۔ جو اس عظیم سنت کے تئیں لوگوں کی سستی وکاہلی کی دلیل ہے۔

اسی طرح جمعہ کی سنت قبلیہ کے بارے میں اکثر لوگوں کا معمول یہ ہے کہ وقت ہونے کے باوجود وہ صرف دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنے پر اکتفا کرتے ہیں جبکہ ہمارے اسلاف حدیث "فصلي ما كُتب له" (۴۱) پر عمل کرتے ہوئے حسب استطاعت کئی کئی رکعتیں پڑھتے تھے۔ہمیں بھی اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔

نفلی نماز توڑنے کا حکم:

اگر کوئی شخص نفلی نماز پڑھنا شروع کردے تو اس کے حق میں مستحب ہے کہ اسے مکمل کرے لیکن نفلی نماز شروع کرنے کے بعد اگر کوئی کسی وجہ سے درمیان میں چھوڑ دے تو اس میں حرج نہیں ہے اس پر قضا لازم نہیں ہوگی۔

نفلی روزہ توڑنے کے جواز پر دلالت کرنے والی جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"دلّ على أنّ الشروع في العبادة لا يستلزم الإتمام إذا كانت نافلة بهذا النص في الصوم، وبالقياس في الباقي فإن قيل يرد الحج قلنا لا؛ لأنه امتاز عن غيره بلزوم المضي في فاسده فكيف في صحيحه وكذلك امتاز بلزوم الكفارة في نفله كفرضه، والله أعلم."

"اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ نفلی عبادت شروع کرنے کے بعد اسے پورا کرنا لازم نہیں ہے، روزے کے لیے یہ روایت نص صریح ہے اور بقیہ نفلی عبادتوں کو اسی پر قیاس کیا جائے گا۔اگر کوئی کہے کہ پھر نفلی حج کو بھی پورا کرنا ضروری نہیں ہونا چاہیے تو ہم کہیں گے کہ ایسا نہیں ہے۔حج اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ حج اگر فاسد ہوجائے تب بھی اسے مکمل کرنا واجب ہوتا ہے تو صحیح حج کو پورا کرنا کیونکر ضروری نہیں ہوگا اسی طرح حج کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ فرض حج کی طرح نفل حج میں بھی کفارہ لازم ہوتا ہے، واللہ اعلم"۔

قنوتِ وتر کا قنوتِ نازلہ پر قیاس:

قنوتِ وتر اور بعض حوادث وواقعات میں قنوت نازلہ پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے،قنوتِ نازلہ کے احکام سے متعلق متعدد صحیح حدیثیں وارد ہیں البتہ قنوتِ وتر کے بعض احکام ومسائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہیں۔ان کا ثبوت عمومی احادیث یا صحابہ کرام اور سلف صالحین کے اقوال وافعال سے ملتا ہے جن پر امت کی اکثریت نے اعتماد کیا ہے مگر بعض اہل علم نے جمہور اہل اسلام کی مخالفت کرتے ہوئے قنوت وتر کا مطلقاً انکار کیا ہے اور کچھ نے بدعت بھی کہا ہے جو کہ بلاشبہ غلط اور شاذ قول ہے۔

جواز کے قائلین نے قنوت وتر کے احکام کے لیے عمومی احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال کرنے کے ساتھ قنوت نازلہ پر بھی قیاس کیا ہے۔قنوت وتر کا اقرار اور انکار

کرنے والے قدیم اہلِ علم میں سے کسی کا بھی کوئی ایسا قول مجھے نہیں ملا جس میں قنوت نازلہ پر قنوت وتر کی قیاس کی نکیر کی گئی ہو یا اسے عبادات میں قیاس کی ممنوعہ صورتوں میں شمار کیا گیا ہو، البتہ بعض معاصرین نے مسئلہ ہذا کو بڑے زور شور سے اٹھاتے ہوئے اس قیاس کا انکار کیا ہے اور اپنے طرز استدلال سے علمی حلقوں اور عوام میں ہلچل اور تشویش پیدا کردی ہے۔اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق کچھ باتیں یہاں ذکر کی جائیں۔

اس مسئلے کو کماحقہ سمجھنے کے لیے دو باتوں کا جاننا اہم ہے۔

اول: احکام شریعت میں علتوں اور مصلحتوں کی تنصیص

فقہائے کرام اور محدثین عظام نے ادلہ شرعیہ پر غور وفکر کرنے کے بعد اس امر کی وضاحت کی ہے کہ عادات اور معاملات کے باب میں شریعت نے علتوں اور مصلحتوں کے بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے تاکہ ان کے مشابہ امور کا ان پر قیاس کیا جا سکے اور عبادات کے باب میں بندگی کے پہلو کو غالب رکھتے ہوئے ان کے علل ومصالح کا بہت کم ذکر کیا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عبادات میں اصل نص اور توقیف ہے رائے اور قیاس نہیں، شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إنّ الشارع غلَّب فى باب العبادات جهة التعبد، وفى باب العادات جهة الالتفات إلى المعانى، والعكس فى البابين قليل"(۴۲).

"شارع نے عبادات کے باب میں بندگی کے پہلو کو غالب رکھا ہے اور عادات میں حکمتوں اور معانی کے پہلو کو۔ دونوں ابواب میں اس کا برعکس بہت کم ہے"۔

دوم: عبادات کے باب میں قیاس کا حکم

اس بات پر تمام علما متفق ہیں کہ قیاس کے ذریعہ کسی نئی عبادت کا اثبات جائز نہیں ہے لہٰذا کسی غیر ثابت شدہ عبادت کو کسی ثابت شدہ عبادت پر قیاس کرتے ہوئے مشروع اور درست قرار نہیں دیا جا سکتا ہے جیسے پانچ نمازوں پر قیاس کرتے ہوئے کسی چھٹی نماز کا ایجاد کرنا تمام اہل علم کے نزدیک متفقہ طور پر حرام ہے کیونکہ عبادات میں اصل توقیف اور ان کا منصوص ہونا ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كان أحمد وغيره من فقهاء أهل الحديث يقولون: إن الأصل فى العبادات التوقيف، فلا يشرع منها إلا ما شرعه الله، وإلا دخلنا فى معنى قوله تعالى: أَمۡ لَهُمۡ شُرَكَٰٓؤُاْ شَرَعُواْ لَهُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا لَمۡ يَأۡذَنۢ بِهِ ٱللَّهُ"(۴۳).

"امام احمد وغیرہ فقہائے محدثین کہا کرتے تھے کہ عبادات میں اصل توقیف ہے، لہٰذا عبادت صرف وہی ہے جسے اللہ نے مشروع وجائز قرار دیا ہے ورنہ ہم اللہ تعالی کے اس قول میں داخل ہوجائیں گے:" کیا ان لوگوں کے ایسے شریک ہیں جنہوں نے ایسے احکامِ دین مقرر کردیے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں"۔

لیکن اہل علم کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ کیا کسی ثابت شدہ عبادت کی صورت یا صفت اور ہیئت کو دوسری عبادت کی ثابت شدہ صورت اور صفت وہیئت پر قیاس کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ خاص طور سے اس وقت جب اس ثابت شدہ عبادت کی علت ومصلحت واضح ہو یا شارع

نے اسے بیان کردیا ہو۔

بعض اہل علم کے نزدیک عبادت میں قیاس کی یہ صورت بھی ناجائز ہے، وہ اس مشہور قاعدے: (لا يصح القياس في العبادات "(۴۴)عبادات کے باب میں قیاس درست نہیں ہے) کواس کے عموم پرمحمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں: عبادات توقیفی ہیں ان میں احتیاط کا پہلو غالب ہوتا ہے ان کی تعلیل نہیں کی جاتی ہے بنا بریں عبادات میں نص شرعی کی پابندی ضروری ہے اور ان میں قیاس مطلقا جائز نہیں ہے۔

مگر جمہور اہلِ علم کے نزدیک عبادات کے باب میں قیاس کی مذکورہ صورت جائز ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ": لا قياس في العبادات "مطلق نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ بذریعہ قیاس کسی مستقل نئی عبادت کا اثبات جائز نہیں ہے البتہ کسی ثابت شدہ عبادت کی شروط وکیفیات وغیرہ کے اثبات کے لیے اس سے ملتی جلتی ہم نظیر دوسری ثابت شدہ عبادت پر قیاس کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس طرح کا قیاس علما اور فقہا برابر کرتے رہے ہیں۔

ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هذه المسألة دائمًا يقولون: لا قياس في العبادات، وأحيانًا يقيسون، وهذا يوجب الإشكال فنقول: أولًا هذه القاعدة ليست مطردة، وثانيًا أن مرادهم بالقياس الممنوع في العبادات أن تقيس عبادة أصلًا على عبادة أخرى، وأما قياس واجب في عبادة، أو صفة في عبادة، أو ما أشبه ذلك فإن الفقهاء يستعملونها كثيرًا فمثلًا قالوا: تجب التسمية في التيمم عن الحدث الأصغر كما تجب التسمية في الوضوء قياسًا، وقالوا: تجب التسمية عند الغسل كما تجب عند الوضوء قياسًا أيضًا، وهذا كثير"(۴۵).

"لوگ اکثر یہ کہتے رہتے ہیں کہ عبادات میں قیاس جائز نہیں ہے اور پھر خود کبھی کرتے بھی ہیں جس سے ایک طرح کا اشکال پیدا ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بات یہ کہ یہ قاعدہ عامہ نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ عبادات میں قیاس سے منع کرنے سے ان کی مراد یہ ہے کہ کسی مستقل عبادت کا کسی ثابت شدہ دوسری عبادت پر قیاس کیا جائے، البتہ جہاں تک کسی عبادت کے واجب یا اس کی صفت وغیرہ کا دوسری عبادت پر قیاس کرنے کی بات ہے تو فقہا اکثر ایسا کیا کرتے ہیں، جیسا کہ وہ حدث اصغر کی وجہ سے تیمّم کے وقت بسم اللہ پڑھنے کے وجوب کا قیاس کرتے ہیں وضو پر اور غسل جنابت میں بسم اللہ پڑھنے کے وجوب کا قیاس کرتے ہیں وضو پر اور شریعت میں اس طرح کے قیاس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں"۔

عبادت میں قیاس کی بعض دیگر مثالیں:

۱- زندگی میں ایک بار عمرہ واجب ہونے کا قیاس حج کے ایک بار واجب ہونے پر(۴۶)۔

۲- دوسرے کی طرف سے عمرہ کرنے کے لیے پہلے اپنا عمرہ کرنے کی شرط کا قیاس حج بدل پر(۴۷)۔

۳- دوران عمرہ جماع سے عمرہ کے فاسد ہوجانے اور پھر فاسد عمرے کو مکمل کرنے کے وجوب کا قیاس حج

پر(۴۸)۔

۴-عقیقہ کے جانور کی عمر اور بعض دیگر صفات کا قیاس قربانی کے جانور پر(۴۹)۔

۵-تیمم میں چہرے کی حد بندی کا قیاس وضو پر(۵۰)۔

۶-وہ بیمار شخص جو صرف اپنی آنکھوں کو حرکت دے سکتا ہو اس کے لیے صرف آنکھوں کے اشارے سے نماز کی ادائیگی کے وجوب کا قیاس معذور شخص کا سر کے اشارہ سے نماز پڑھنے کے وجوب پر(۵۱)۔

۷-قنوت وتر کا قنوت نازلہ پر قیاس۔اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

قنوتِ وتر کا قنوتِ نازلہ پر قیاس کرنے والے علما:

قنوتِ نازلہ اور قنوتِ وتر دونوں دعا ہونے اور بعض صفات وکیفیات میں مشترک ہیں اسی لیے علمائے سلف وخلف نے قنوتِ وتر کا قنوتِ نازلہ اور بعض دیگر عبادات پر قیاس کیا ہے، کچھ لوگوں سے یہ قیاس نصا اور صراحتا منقول ہے جبکہ کچھ اہل علم نے قنوتِ نازلہ اور قنوتِ وتر کے مسائل کو بلاکسی تفریق کے ایک ساتھ بیان کیا ہے اور بعض ان علما سے بھی قنوتِ وتر کا قنوت نازلہ پر قیاس کرنا ثابت ہے جنہوں نے عبادات میں قیاس کے ناجائز ہونے کی صراحت کی ہے جیسے امام احمد رحمہ اللہ، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک قیاس کی یہ صورت ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

جن علمانے قنوتِ وتر کو قنوتِ نازلہ پر قیاس کیا ہے ان میں سے بعض کے اسما درج ذیل ہیں:

امام احمد(241ھ)،محمد بن نصر مروزی (294ھ) (۵۲)،طحاوی(321ھ)(۵۳)،ابو بکر بیہقی (458ھ) (۵۴)، ابو اسحاق شیرازی (476ھ)، ابن قدامہ (620ھ)(۵۵)،نووی(676ھ)(۵۶)،ابن القیم (751ھ)(۵۷)،ابن الملقن (804ھ)(۵۸)،عراقی (806ھ)، ابن حجر عسقلانی (852ھ)(۵۹)، ابن حجر ہیتمی (974ھ)(۶۰)،شوکانی (1250ھ)(۶۱)،حسین بن محسن انصاری (1327ھ)(۶۲)، ابن ضویان (1353ھ)(۶۳)،عبیداللہ رحمانی(1414ھ)(۶۴)، ابن باز(1420ھ)(۶۵)،ابن عثیمین (1421ھ) اور محمد بن عمر بازمول(۶۶) وغیرہم رحمہم اللہ۔

محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" سئل أحمد عن القنوت فى الوتر قبل الركوع أم بعده وهل ترفع الأيدى فى الدعاء فى الوتر؟ فقال: القنوت بعد الركوع، ويرفع يديه على قياس فعل النبى صلى الله عليه وسلم فى القنوت فى الغداة"(۶۷).

"امام احمد سے پوچھا گیا کہ قنوتِ وتر رکوع سے قبل ہے یا بعد؟ اور کیا وتر میں دعا کے وقت ہاتھ اٹھایا جائے گا؟ تو انہوں نے کہا:قنوتِ وتر رکوع کے بعد ہے اور اس میں ہاتھ اٹھانا جائز ہے،قنوتِ فجر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل پر قیاس کرتے ہوتے"۔

حافظ ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد رُوّينا فى قُنوتِ صلاة الصُّبحِ بعد الرُّكوع ما يُوجِب الاعتمادَ عليه، وقُنوتُ الوترِ قياسٌ عليه"(۶۸).

"فجر کی نماز میں بعد الرکوع قنوت پڑھنے کے بارے میں اتنی روایتیں وارد ہیں جن پر اعتماد کرنا واجب ہے اور قنوت وتر اسی پر قیاس ہے"۔

ابو اسحاق شیرازی رحمہ اللہ بعد الرکوع قنوتِ وتر پڑھے جانے کو راجح قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لأنه فی الصبح يقنت بعد الركوع، فكذلك الوتر"(۶۹).

"اس لیے کہ فجر میں رکوع کے بعد قنوت پڑھی جاتی ہے تو اسی طرح وتر میں بھی پڑھی جائے گی"۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ويعضد كونه بعد الركوع أولى فعل الخلفاء الأربعة لذلك، والأحاديث الواردة فى الصبح "(۷۰).

"وتر میں رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کی افضلیت کی تائید خلفائے اربعہ کے عمل اور ان احادیث سے ہوتی ہے جو قنوتِ فجر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں"

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا:

"من السنة أن يرفع الإنسان يديه عند دعاء القنوت؛ لأن ذلك وارد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى قنوته حين كان يقنت فى الفرائض عند النوازل"(۷۱).

"سنت یہ ہے کہ انسان دعائے قنوت کے وقت اپنے ہاتھوں کو اٹھائے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں میں قنوتِ نازلہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے تھے"۔

معلوم ہوا کہ قدیم وجدید اہلِ علم نے قنوتِ وتر کو قنوتِ نازلہ پر قیاس کیا ہے اور یہ عبادات میں قیاس کی ممنوعہ صورت میں داخل نہیں ہے، لہٰذا اس قیاس کا اس طرح انکار کرنا کہ باور ہو کہ ائمہ دین اور فقہائے اسلام کے درمیان یہ متفق علیہ مسئلہ ہے، درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

سننِ رواتب سے متعلق یہ چند باتیں تھیں جنہیں حوالہ قرطاس کرنے کا میں نے ارادہ کیا تھا۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں سنتوں کا شیدائی بنائے۔ تمام نوافل خصوصا سننِ رواتب پر ہمیشگی برتنے کی توفیق بخشے اور ہمارے اعمالِ صالحہ کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

حواشی:

(۱) المجموع شرح المہذب (3/391)۔
(۲) مجموع الفتاوی (22/370)۔
(۳) دیکھیے: الموسوعۃ الفقہیہ (25/281)۔
(۴) صحیح البخاری (1/152) رقم (759)، صحیح مسلم (1/333) رقم (451)۔
(۵) المغنی (2/270)۔
(۶) دیکھیے: الموسوعۃ الفقہیہ (25/281)۔
(۷) صحیح البخاری (2/47) رقم (1115)۔
(۸) جامع الترمذی (1/398)۔
(۹) شرح السنہ (4/109)۔
(۱۰) مختصر قیام اللیل (ص:198) باختصار۔
(۱۱) صحیح البخاری (رقم 2996)۔
(۱۲) صحیح البخاری (2/60) رقم (1190)، صحیح مسلم

(2/1012)رقم(1394)۔
(۱۳) مسند احمد(26/42) رقم(16117) التمہید (4/27)، یہ حدیث صحیح ہے۔ابن عبدالبر نے کہا:"هو حديث ثابت لا مطعن فيه لأحد" کہ یہ حدیث ثابت ہے اس کے اندر کسی راوی پر کوئی کلام نہیں ہے اورنووی نے اسے حسن کہا ہے۔دیکھیے:شرح النووی علی صحیح مسلم(9/164)،المجموع(7/471)۔
(۱۴) صحیح البخاری(9/95)رقم(7290)۔
(۱۵)سنن ابی داود(2/276)رقم(1044)،شرح معانی الآ ثار(1/350)رقم(2058)،المعجم الاوسط(4/273) رقم(4178)،فوائدتمام(1/34)رقم(60)۔
(۱۶) دیکھیے: اختلاف العلماء (3/251)، شرح معانی الآ ثار(3/127)، التجرید(12/6518)،شرح صحیح البخاری(3/180) ۔
(۱۷)دیکھیے:الاستذکار(5/171)،بدایۃ المجتہد،ابن رشد (2/189)،شرح النووی علی مسلم(9/164)،الآداب الشرعیۃ (3/427)، طرح التثریب ، عراقی (6/52)،مرعاۃ المفاتیح(2/397)۔
(۱۸) فتح الباری(3/68)۔
(۱۹) صحیح مسلم(1/539)رقم(777)۔
(۲۰) صحیح مسلم(1/480)رقم(689)۔
(۲۱) طرح التثریب(3/36)۔
(۲۲) صحیح مسلم(ررقم710)۔
(۲۳) المحلی بالآ ثار(2/327)رقم(341)۔
(۲۴) صحیح البخاری(2/55)رقم(1160)۔
(۲۵) صحیح البخاری(1/128)رقم(626)،واللفظ لہ،صحیح مسلم(1/508)رقم(736)۔
(۲۶) السنن الکبری،بیہقی(5/473)رقم(4951)،مختصر الطّوسی (2/376)رقم(406)،اس کی سند حسن ہے اس میں محمد بن اسحاق صدوق راوی ہے۔بیقہی نے کہا: "وهذا أولى أن يكون محفوظًا؛ لموافقته سائر الروايات عن عائشة، وابن عباس" "یہ حدیث عائشہ اور ابن عباس سے مروی روایتوں کے موافق ہونے کی وجہ سے محفوظ ہونے کے زیادہ لائق ہے"۔
(۲۷)مصنف ابن ابی شیبہ (4/392)رقم(6534) اس کی سند صحیح ہے۔
(۲۸)المستدرک علی مجموع الفتاوی،ابن تیمیہ(3/111)۔
(۲۹) مصنف ابن ابی شیبہ (4/395)رقم 6544، (6545)۔
(۳۰) شرح ریاض الصالحین،ابن عثیمین (4/341)۔
(۳۱) مجموع الفتاوی(23/203)۔
(۳۲) صحیح البخاری 2/55)رقم 1161)، صحیح مسلم (1/511)رقم743)۔
(۳۳) دیکھیے: الاستذکار (1/88)، ذخیرۃ العقبی (7/299)۔
(۳۴) صحیح البخاری (1/122)رقم(597)، صحیح مسلم (1/477)رقم(684) ،واللفظ لہ۔
(۳۵) صحیح مسلم(1/477)رقم(684) ۔
(۳۶) صحیح مسلم(1/471)رقم(680)۔
(۳۷) دیکھیے:الاستذکار(1/88)،

(۳۸) دیکھیے: فتاوی نور علی الدرب لابن باز(7/154)، شرح بلوغ المرام لابن عثیمین (1/469)۔

(۳۹) صحیح البخاری(2/13)۔

(۴۰) فتح الباری(2/426)۔

(۴۱) صحیح البخاری(2/8) رقم(910)۔

(۴۲) الموافقات(3/128)۔

(۴۳) مجموع الفتاوی(29/17)۔

(۴۴) الاصل، محمد شیبانی (ص:210)، رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب(1/174)۔

(۴۵) تعلیقات ابن عثیمین علی الکافی لابن قدامہ (1/490)۔

(۴۶) دیکھیے: روضۃ المستبین فی شرح کتاب التلقین، ابن بزیزہ(1/564)۔

(۴۷) دیکھیے: المہذب فی فقہ الامام الشافعی، شیرازی (1/366)، الکافی فی فقہ الامام احمد(1/472)۔

(۴۸) دیکھیے: عجالۃ المحتاج الی توجیہ المنہاج، ابن الملقن (2/649))، الشرح الکبیر، ابن قدامہ(8/343)۔

(۴۹) دیکھیے: المنتقی شرح الموطأ (3/103)۔

(۵۰) المجموع شرح المہذب(2/239)۔

(۵۱) دیکھیے: الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ (27/264)، المہذب فی علم اصول الفقہ المقارن، عبدالکریم نملہ (4/1947)، احناف نے اس قیاس کا انکار کیا ہے، دیکھیے: الہدایہ (1/77)، فتح القدیر، ابن ہمام (2/5)۔

(۵۲) مختصر قیام اللیل(ص:317، 318)۔

(۵۳) شرح مشکل الآثار(11/372)۔

(۵۴) الخلافیات(3/343)۔

(۵۵) المغنی(2/582)۔

(۵۶) المجموع شرح المہذب(4/12، 16)۔

(۵۷) جلاء الافہام(1/429)۔

(۵۸) عجالۃ المحتاج الی توجیہ المنہاج(1/280)۔

(۵۹) التلخیص الحبیر (2/713)۔

(۶۰) تحفۃ المنہاج فی شرح المنہاج(2/231)۔

(۶۱) مرعاۃ المفاتیح(4/299-300)۔

(۶۲) نور العین فی فتاوی الشیخ حسین(ص:160)۔

(۶۳) منار السبیل(1 / 107)، ارواء الغلیل (2/163)۔

(۶۴) مرعاۃ المفاتیح (4/286)، فتاوی شیخ الحدیث (1/456)۔

(۶۵) مجموع فتاوی ابن باز(30/51)۔

(۶۶) مجلّہ جامعہ ام القری، عدد 24-19 (12/320)، 372)۔

(۶۷) مختصر قیام اللیل(ص:318)۔

(۶۸) السنن الکبری(5/456)۔

(۶۹) المہذب فی فقہ الامام الشافعی(1/158)۔

(۷۰) دیکھیے: تحفۃ الاحوذی(2/463)۔

(۷۱) مجموع فتاوی العثیمین(14/136)۔

☆☆☆

ختنہ کا اسلامی تصور اور جسم انسانی پر اس کے اثرات

عبدالعلیم بن عبدالحفیظ سلفی

ڈاکٹر اجئے کمار (بہار کے) معروف یورولوجسٹ Urologist (ماہر امراض تناسل بولی) ہیں جو یورولوجی سوسائٹی آف انڈیا اور انڈین میڈیکل ایسوسی ایشن کے صدر بھی رہ چکے ہیں، انہوں نے اپنے ایک انٹرویو میں مردوں کے ختنہ circumcision اور اس سے ہونے والے فوائد اور موجودہ دور میں اس کی ضرورت واہمیت سے متعلق مختصر لیکن جامع بات کی ہے۔

مذکورہ انٹرویو میں ڈاکٹر موصوف نے ختنہ کے جن فائدوں کا خصوصی طور پر ذکر کیا ہے وہ طب سے متعلق ہیں، انہوں نے اپنے تجربات کی بنیاد پر واضح طور پر کہا کہ بسا اوقات آدمی کے لئے کچھ ایسے طبی حالات پیدا ہو جاتے ہیں جن میں ختنہ ناگزیر ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے اس ضمن میں جن باتوں کی طرف رہنمائی کی ہے ان کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

بہت سارے بچوں میں ختنہ نہ کرنے کی وجہ سے phimosis جسے عربی میں شَمَم (یعنی چمڑی کا تنگ ہونا) کہتے ہیں کی بیماری پائی گئی ہے، جس کی وجہ سے کبھی کبھی چمڑہ کے اندر گھاؤ یا پھر اس کے بند ہو جانے یا بسا اوقات پیشاب کرتے وقت پیشاب کے قطرات کے اندر رہ جانے کی شکایت پائی جاتی ہے جو کسی بڑی بیماری کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔ اسی طرح بالغان کے عضو تناسل کے چمڑے کے پھولنے اور پیشاب کا صحیح طریقہ سے خارج نہ ہونے کی پریشانی بھی درپیش ہوتی ہے۔ خاص طور سے ان لوگوں کے اندر جو ذیابیطس (شوگر) کی بیماری سے متاثر ہوتے ہیں، انفیکشن، سوجن یا سرخی کی شکایت ہو جاتی ہے اور اس کے اندر سے چکنی رطوبت کا اخراج بھی ہوتا ہے جسے میڈیکل اصطلاح میں Esmegma کہا جاتا ہے، اگر ایسے لوگوں کو عضو تناسل میں ایک بار انفیکشن ہو گیا تو پھر وہ ختم نہیں ہوتا کیونکہ ختنہ نہ کرانے کی صورت میں عضو تناسل کا اوپری حصہ ہمیشہ ڈھکا رہتا ہے جس سے اس کے اندر ہوا کا گزر نہیں ہو پاتا، ایسی صورت میں ایسے لوگوں کیلئے اطباء کی تخصیص کے مطابق ختنہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔

ڈاکٹر موصوف نے اپنی گفتگو کے درمیان جو سب سے اہم بات بتائی وہ ہے ختنہ نہ کرانے کی صورت میں اگر عضو تناسل میں Esmegma اپنی جگہ بنا لیتا ہے تو دھیرے دھیرے Penile cancer (عضو تناسل کا کینسر) کا سبب بن جاتا ہے۔

ڈاکٹر موصوف نے یہ بھی بتایا کہ مسلم اور یہود قوم میں Penile cancer کی شکایت نہیں ہوتی، جس کی وجہ یہ ہے کہ ان دو مذاہب کے افراد ختنہ کا اہتمام کرتے ہیں، جبکہ

یہ معاملات عام طور پر ہندوؤں کے اندر ملحوظ کئے گئے ہیں، کیونکہ ان کے درمیان کسی وجہ سے ختنہ سے دوری بنائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر کمار نے اس بات پر زور دیا کہ ختنہ کیلئے مذہب کو بیچ میں لانے سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ ختنہ ایک scientific (علمی وتجرباتی) عمل ہے جس کا فائدہ واضح ہے۔

حالانکہ ڈاکٹر صاحب نے لوگوں کو مذہبی شعار کی بجائے scientific بنیادوں پر ختنہ کرانے کا مشورہ دیا لیکن یہاں ایک بات واضح ہوکر آتی ہے کہ ختنہ کا حکم اللہ تبارک وتعالی کا ایسا حکم ہے جو ہر فرد کے لئے دوررس اور خصوصی فوائد کا حامل ہے۔

جیسا کہ ڈاکٹر موصوف نے کہا بلا شبہ ختنہ کا تصور اور اس پر عمل مذہب اسلام کے ساتھ بعض دیگر قدیم مذاہب خصوصا یہودیت میں بھی پایا جاتا ہے، اور حالات وتحقیقات نے انسان کے سامنے اس کے فوائد اور ضرورت کو واضح کردیا ہے۔

یہ جان لینا چاہئے کہ ختنہ کے طبی فوائد کے ساتھ ساتھ اسلام اور یہودیت ہر دو مذاہب میں اس کی شرعی حیثیت بھی ہے۔ اس کے علاوہ مسیحیت اور قدیم تمدن میں بھی اس کی حیثیت مسلّم رہی ہے۔ یہودیت میں ولادت سے لے کر زیادہ سے زیادہ سات دنوں کے اندر ختنہ کردیا جاتا ہے۔ مسیحیت کے عہد جدید میں حالانکہ ختنہ کا مذہبی تصور وتعامل کے اعتبار سے کوئی شرعی لزوم نہیں رہا ہے اس لئے کسی بھی گرجا یا مذہبی رہنما کی طرف سے اپنے ماننے والوں کو اس کا پابند نہیں کیا جاتا اور نہ ہی کرنے والوں کو منع کیا جاتا ہے جو کسی وجہ سے کرتے ہیں۔ حالانکہ عہد قدیم میں ان کے یہاں بعض کنیسہ کی طرف سے مردوں کے لئے ختنہ ضروری قرار دیا جاتا تھا، بلکہ مسیحی لاہوت کے نزدیک کسی دور میں ختنہ کا ایک ثقافتی پروگرام ہوا کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل مسیحی اکثریتی ممالک مثلا امریکہ، فلپین، افریقہ، شمالی امریکہ، ایشیا اور مشرق وسطی وغیرہ میں مردوں کا ختنہ بڑے پیمانے پر رائج ہے، جبکہ مسیحی اکثریت والے یورپ، لاتینی امریکہ اور کیریبین Caribbean خطوں کے مسیحیوں کے اندر اس کا رواج بہت کم پایا جاتا ہے، البتہ ان کے یہاں ختنہ بطور نظافت کے ہے نہ کے بطور تطہیر۔ (یہ معلومات آزاد ویکی پیڈیا سے ماخوذ ہیں)۔

موضوع کی مناسبت سے ذیل کی سطور میں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ختنہ کے اسلامی نظریہ اور اس کے احکام وفوائد سے متعلق مختصر گفتگو کی جائے، کیونکہ برصغیر میں اسلامی تہذیب وثقافت اور اس کے احکام ونظام پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک مسلمانوں کا ختنہ کرانا بھی ہے، یہاں تک کہ بعض نفرت پرست اور عداوت پسند افراد کا ذہن اس معاملے میں اتنا مسموم ہوچکا ہے کہ مسلمانوں کو اسی واسطے سے کٹوا جیسے الفاظ سے گالی دیتے ہیں یہی نہیں ہندستان کے ایوان بالا تک میں اس لفظ کے ذریعہ ذہنی دیوالیہ پن کا ثبوت دیا گیا، چنانچہ ہر مسلمان کو اس فطرتی شعار اور اس کے فوائد سے واقفیت ضروری ہے۔

ختنہ کا اسلامی نظام واحکام:

اسلامی شریعت کے اندر ختنہ کو ایک فطرتی عمل

قرار دیا گیا ہے، جسے سنن الفطرۃ کا نام دیا جاتا ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الفطرة خمس: الختان، والاستحداد، ونتف الإبط، وقص الشارب، وتقليم الأظفار" پانچ چیزیں فطرت سے ہیں، ختنہ کرنا، زیر ناف کے بال بنانا، بغل کے بال صاف کرنا، مونچھ چھوٹی کرانا اور ناخن کاٹنا۔ (صحیح البخاری/ 5889، 6297وصحیح مسلم/ 257)۔

یہاں فطرت کا معنی ذکر کردینا مناسب ہے تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ شریعت میں ختنہ کے فطرتی ہونے کا کیا مطلب ہے؟

فطرت کا معنی خلقت جبلت اور ساخت ہے، نیز فطرت کا معنیٰ: طبعی حالت، دین، سنت، طریقہ، پیدائش اور وہ صفات جس پر ہر موجود اپنی خلقت کے وقت ہوتا ہے۔ اسی طرح امام ابن القیم، امام ابن کثیر اور امام شوکانی وغیرہ نے فطرت کا معنی دین اسلام سے لیا ہے، اور اکثر شارحین حدیث کے نزدیک مذکورہ حدیث اور اس جیسی دیگر احادیث میں وارد فطرت سے مراد سنت ہے، جیسا کہ امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح امام بیضاوی نے بیان کیا ہے کہ اس فطرت سے مراد سنت انبیاء سے جن کا کرنا تمام سابقہ شریعتوں میں مشروع رہا ہے۔ (مزید تفصیلات تفسیر کی کتابوں میں شرح وبسط کیساتھ مذکور ہیں۔)

ختنہ کیا ہے:

ختنہ کہتے ہیں: مرد کے آلہ تناسل کے گول دائری حصے کے اوپر کے زائد چمڑے کو کاٹنا۔ اور عورتوں کی اندام نہانی (vagina) میں ایک مخصوص اور اہم جنسی عضو (clitoris) کے ظاہری حصے کو کاٹنا۔ مرد کے ختنے کو عربی میں اِعذار اور عورت کے ختنے کو خفض کہا جاتا ہے۔

عرب میں عام طور پر ختنہ کرانے کو "تطہیر" اور برصغیر میں "سنت کرانا" بولا جاتا ہے۔

بعض وحشی ممالک میں ختنہ کے نام پر عضو تناسل کے تمام چمڑوں کو چھیل دیا جاتا ہے جو کہ سراسر خلاف سنت اور مختون کو تکلیف میں مبتلا کرنا ہے جبکہ شرعی ختنہ صرف عضو تناسل کے اوپری حصے کے گول دائرے کے گرد زائد چمڑے کو کاٹنا ہے۔

ختنہ کب سے ہے:

روایتوں میں آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کافی عمر گزر جانے کے بعد اسی (80) سال کی عمر میں اپنا ختنہ کیا تھا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اخْتَتَنَ إِبْرَاهِيمُ بَعْدَ ثَمَانِينَ سَنَةً، وَاخْتَتَنَ بِالْقَدُومِ" - ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کرایا اور آپ نے بسُولا یا کلہاڑی سے اپنا ختنہ کیا۔ (صحیح البخاری/ 6298وصحیح مسلم/ 2370)۔

قدوم کے کئی معانی بیان کئے گئے ہیں، ایک قول کے مطابق قدوم شام یا سراۃ میں ایک جگہ کا نام ہے لیکن راجح قول کے مطابق بڑھئی کے لکڑی کاٹنے کے آلہ کو قدوم کہتے ہیں، جسے حافظ ابن حجر نے ابویعلی وغیرہ کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے راجح قرار دیا ہے، جس کے الفاظ

ہیں: "أمِرَ إبراهيمُ فاختتنَ بقَدُوم فاشتدَّ عليه؛ فأوحى الله تعالى إليه: عجلتَ قبل أن نأمرَك بآلته قال: يارَبّ كرهتُ أن أؤخِّرَ أمرَك"۔ابراہیم علیہ السلام کو ختنہ کا حکم دیا گیا تو انہوں نے بسولا سے اپنا ختنہ کرلیا، جس سے ان کو کافی تکلیف پہنچی تو اللہ تعالی نے وحی کی کہ تم نے جلد بازی سے کام لیا ہے قبل اس کے کہ میں تجھے کسی ہتھیار کے بارے میں بتاؤں (تم نے اپنا ختنہ کرلیا)۔ تو انہوں نے کہا کہ: اے رب ! تیرے حکم کو مؤخر کرنا مجھے پسند نہیں تھا۔(دیکھئے: فتح الباری:6/390)۔

بعض مقطوع روایتوں میں آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام وہ پہلے فرد ہیں جنہوں نے اپنا ختنہ کیا، اسی طرح اس کا ذکر ابن ابی الدنیا، ابن ابی عاصم اور ابن عساکر کی روایتوں میں بھی ہے جن کی تخریج علامہ البانی نے صحیحہ 725) کے اندر کیا ہے اور حسن قرار دیا ہے۔(نیز دیکھئے: التَّحبير لإيضَاح مَعَاني التَّيسير لمحمد بن اسماعيل الصنعاني: 632 /4)۔نیز یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ان آزمائشوں میں سے ایک تھا جن میں ابراہیم علیہ السلام کو مبتلا کیا گیا تھا اور انہوں نے انہیں پورا بھی کیا تھا، جس کا ذکر اللہ تعالی نے اپنے فرمان میں کیا ہے:(وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ)۔(جب ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے کئی باتوں سے آزمایا اور انہوں نے سب کو پورا کردیا)۔ (البقرۃ:124)۔

امام بیہقی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کا ختنہ تیرہ سال کی عمر میں اور اسحاق علیہ السلام کا ختنہ سات دن میں ہوا تھا۔(السنن الکبری للبیہقی: 513 /17)۔امام ابن القیم نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد بھی انبیاء کرام میں ختنہ جاری رہا یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ختنہ بھی ہوا تھا۔(دیکھئے: تحفۃ المودود/ 158) ۔

اسلام میں ختنہ کا حکم:

ختنہ کے حکم کے سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے: شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مردوں کا ختنہ واجب ہے، اسی قول کو امام ابن تیمیہ اور علامہ ابن العثیمین رحمہما اللہ نے اختیار کیا ہے اور اسی کے مطابق سعودی عرب کی دائمی کمیٹی برائے فتاوی نے بھی اپنا فتوی جاری کیا ہے۔

جبکہ عورتوں کے حق میں ختنہ کی استحبابی صورت ہے جس کے قائلین حنفیہ اور مالکیہ ہیں اور شوافع وحنابلہ کا ایک قول بھی یہی ہے جسے امام شوکانی، ابن باز اور ابن العثیمین وغیرہم رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے۔

ختنہ کی مشروعیت کی حکمت:

خاص طور سے مردوں کے لئے ختنہ کی مشروعیت کی حکمت واضح اور مبرہن ہے کیونکہ پیشاب کے قطرات سے طہارت وپاکیزگی بغیر ختنہ کے بہت ہی مشکل امر ہے، کیونکہ ایسی صورت میں پیشاب کے قطرات چمڑوں کی تہہ میں جمع رہتے ہیں جو بدن اور کپڑا دونوں کی نجاست کا سبب ہیں، یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ختنہ کے معاملے میں سختی برتا کرتے تھے یہاں تک روایت کی جاتی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ:"جس کا ختنہ نہیں ہوا اس کا حج اور اس کی نماز مقبول نہیں"۔

(دیکھئے: المغنی لابن قدامہ:1/115)۔

اور عورتوں کے ختنہ کی حکمت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس سے ان کے اندر کی شہوت کو معتدل کرنے میں مدد ملتی ہے، اس لئے کہ غیر مختون رہنے کی صورت میں شہوت سے مغلوبیت کا شکار ہو جاتی ہیں۔ (دیکھئے: مجموع فتاوی الامام ابن تیمیہ:21/114)۔

صحت وطب کے اعتبار سے ختنہ کے فوائد:

جیسا کہ مذکورہ سطور میں صحت اور طب کے اعتبار سے ختنہ کے فوائد اور نہ کرانے کے نقصانات کے بارے میں ڈاکٹر اجئے کمار کی باتیں گزریں، ذیل میں ہم ان فوائد اور مزید فائدوں کا بالاختصار ذکر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں:

۱- ختنہ نظافت اور پاکیزگی اختیار کرنے میں سہولت وآسانی کا سبب ہے۔

۲- ختنہ کی صورت میں طہارت کی سہولت کی وجہ سے آلہ تناسل میں انفیکشن سے بچاؤ ہوتا ہے۔

۳- پیشاب کی نلی میں انفکشن کے خطرہ میں کمی آتی ہے۔ متعدد تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ غیر ختنہ شدہ بچوں میں پیشاب کے نظام اور پیشاب کی نالی کا انفیکشن بہت عام ہے، اور کم عمری میں بچے کو شدید انفیکشن کی وجہ سے اس کے لئے گردے کے مسائل سمیت کئی پیچیدگیوں کا باعث بن سکتا ہے اور اگر انفکشن زیادہ بڑھ جاتا ہے تو مثانہ کے اندر بھی انفکشن کا خطرہ رہتا ہے، جس سے پیشاب کے مسائل بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔

۴- ختنہ آلہ تناسل سے متعلق عمومی امراض سے بچاؤ کا ذریعہ ہے جن میں چمڑے میں کسی بھی طرح کے مضر رطوبت کا اخراج نیز اس میں سختی اور تناؤ بھی شامل ہیں۔

۵- ختنہ ایک بڑی بیماری Penile cancer (عضو تناسل کا کینسر) سے بچاؤ ہے۔

۶- ختنہ آلہ تناسل میں خون جمنے کے عوارض سے بچاؤ ہے۔

۷- ختنہ جنسی طور پر منتقل ہونے والے انفیکشن سے بچاؤ ہے، کیونکہ ختنہ نہ ہونے کے سبب عضو تناسل کے گرد موجود اضافی جلد بیکٹیر یا Bacteria اور مختلف جراثیم Germs / (Microorganism) کے نشو ونما اور ان کی افزائش کا سبب بنتا ہے جن کا جنسی ملاپ Sexual intercourse کے وقت اپنے ساتھی کے اندر منتقل ہونے کا زیادہ خطرہ رہتا ہے، کیونکہ مطالعات سے معلوم ہوا ہے کہ غیر ختنہ شدہ مردوں سے جنسی طور پر منتقل ہونے والی بیماریاں بہت حد تک پھیلتی ہیں۔

۸- چونکہ حشفہ Glans penis کے ارد گرد اضافی چمڑے کی موجودگی اس کی صفائی اور نظافت کے اہتمام کو کم کر دیتی ہے نیز اس کی وجہ سے اس میں بیکٹیریا یا دیگر جراثیم اور رطوبتیں اس کے خلیات cells اور مردہ جلد کے اندر جمع ہوتی ہیں، اس لئے اس کے اندر بدبو وغیرہ کا پیدا ہونا بدیہی ہے جس کا امکان ختنہ کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے۔

۹- عدم تطہیر کے سبب آلہ تناسل میں پیدا ہونے والے جراثیم اور بیکٹیریا کی وجہ سے جنسی فعل کے بعد ساتھی کے رحم کے اندر بھی کینسر یا دیگر موذی امراض کے جنم لینے کا امکان رہتا ہے، اس لئے ختنہ مستقبل میں اس طرح کی کسی بھی بیماری سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ اس طرح ختنہ نہ یہ کہ خود آدمی کے لئے مختلف بیماریوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے بلکہ

اس کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے والے پارٹنر کے لئے بھی احتیاطی بچاؤ کا سبب ہے۔

۱۱- جیسا کہ ذکر کیا گیا ختنہ مختلف پھیلنے والی جنسی بیماریوں سے بچاؤ کا ایک بہترین اور احتیاطی ذریعہ ہے جیسے ہرپس Herpes، آتشک Syphilis، فنگس Candida/Fungus، سوزاک Gonorrhea، گومڑی یا مسّے warts اور السر Chancroid وغیرہ۔

۱۱- جدید تحقیقات سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ غیر ختنہ شدہ افراد کے مقابلے میں ختنہ شدہ افراد کے اندر ایڈز HIV/AIDS جیسی مہلک بیماری کا خطرہ کم ہوتا ہے، اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ مختون آدمی ایڈز کے خطرات سے کلی طور پر محفوظ ہوتا ہے، کیونکہ زنا ولواطت اور اس بیماری میں مبتلا کسی فرد سے جنسی تعلقات ایڈز کے پھیلاؤ کے بنیادی اسباب میں سے ہیں جس سے ختنہ شدہ اور غیر ختنہ شدہ افراد یکساں متاثر ہوسکتے ہیں۔ یہاں زنا ولواطت سے متعلق اسلام کے سخت نظام وقانون کے فلسفہ، حکمت اور اس کی اہمیت وضرورت کا پتا چلتا ہے۔

۱۲- -ختنہ ایک فطری عمل ہے جس کا نہ کرانا فطرت کے خلاف جانا ہے۔

۱۳- ایک مؤمن کے لئے ختنہ کرانے کا سب سے بڑا فائدہ اللہ کی رضا وخوشنودی کا حصول ہے کیونکہ ایسی صورت میں اللہ تبارک وتعالی کے حکم کی فرمانبرداری اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع بجالاتا ہے۔

ایک اعتراض:

بعض حلقوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب ختنہ کرانا ہی تھا تو اللہ تعالی نے ختنہ کے ساتھ ہی انسان کو کیوں نہیں پیدا کیا؟

اس طرح کے اعتراضات یا تو عناد پرست عناصر کی طرف سے وارد ہوتے ہیں یا اللہ کے فرمان واحکام کی حکمت سے نابلدی کی بنیاد پر۔ ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کا جو بھی حکم ہوتا ہے وہ بلا وجہ نہیں ہوتا، اس کے اندر کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے خواہ اس کا ادراک ہمیں ہوسکے یا نہیں۔ چنانچہ کسی بھی حکم الٰہی پر اگر کوئی شرعی عذر نہ ہو تو ایک مسلمان خندہ پیشانی کے ساتھ بلا چوں وچرا عمل کرتا ہے، اور یہ اس کے اوپر واجب وفرض ہے، اور پھر اس کے بعد حسب احوال وضرورت اس کے مالہ وماعلیہ پر بحث اس فن کے اصحاب اختصاص پر چھوڑ دیتا ہے، ختنہ بھی انہیں احکام میں سے ہے حالانکہ اس کے فوائد اور اہمیت و ضرورت کا بیان اور ادراک زمانہ قدیم سے رہا ہے، خاص طور سے موجودہ طبی تحقیقات نے اسے بحسن وخوبی اور مضبوطی کے ساتھ واضح کیا ہے۔

اطباء نے اس بات کی پوری طرح سے وضاحت کی ہے کہ وہ چمڑا جس کو بچے کی ولادت کے بعد زائل کیا جاتا ہے جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو بحالت جنین اس کا ہونا نہایت ہی ضروری ہے، کیونکہ عضو تناسل جسم کا نہایت ہی حساس عضو ہوتا ہے اور خاص طور سے اس کا اوپری حصہ، اور چونکہ ماں کے پیٹ میں بچہ حرکت بھی کرتا ہے، اور اس کے اندر اعصابی تناؤ بھی ہوتا ہے حالانکہ اس کا اعصابی نظام ابھی تک تشکیل اور تعمیر کے مرحلے سے گزر رہا ہوتا ہے، اور ایک نامکمل نظام کا یہ تناؤ اس کی نشو ونما

میں رکاوٹ اور ناپختگی کا سبب بھی بنتا ہے۔ لہٰذا اس عضو کی تخلیق اور اعصابی نظام کو کنٹرول کرنے کیلئے اس جلد کی موجودگی نہایت ہی ضروری ہے، جو اس کیلئے محافظ (Protector) کی حیثیت رکھتا ہے ورنہ بصورت دیگر نقصان کا قوی امکان ہے، پھر وہی بچہ جب پیدا ہو جاتا ہے تو اس زائد چمڑے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ اس کو ویسے ہی چھوڑ دینے سے بیشمار نقصانات کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔ چنانچہ بچے کا اس زائد چمڑے کے ساتھ ماں کے رحم میں پلنا اس کے تحفظ اور بچاؤ (Safety / Protection) کے لئے نہایت ہی ضروری اور ایک اہم وجہ ہے۔

عورتوں کا ختنہ:

نسوانی ختنہ جسے FGM (Female Genital Mutilation کہا جاتا ہے جو عورت کے اندام نہانی میں ظاہری جنسی عضو کے بالائی حصے کو کاٹنے کا عمل ہے اور زمانہ قدیم سے دنیا کے مختلف حصوں میں روبہ عمل رہا ہے۔ واضح رہے کہ مختلف نسلی گروہوں میں اختتان اناث کے مختلف طریقے رائج رہے ہیں لیکن عمومی طریقہ کے مطابق عورتوں کے جنسی اعضاء میں ایک مخصوص اور اہم جنسی عضو جسے عربی میں بظر اور انگلش میں clitoris کہا جاتا ہے کے اوپری حصے کو کاٹا جاتا ہے جس میں بظر اور داخلی لبیہ کو جزوی یا کلی طور پر کاٹ کر الگ کردیا جاتا ہے۔

یوں تو عورتوں کا ختنہ رواج اور حکم کے اعتبار سے اتنا اہم اور عام نہیں ہے بلکہ برصغیر اور آس پاس کے مناطق میں فی زمانہ معدوم العمل ہے، البتہ شاذ و نادر کہیں کہیں مشاہدہ میں آجاتا ہے۔ حالانکہ گرم علاقوں میں یہ عمل اب بھی موجود ہے، خاص طور سے افریقی ممالک جیسے صومالیہ Somalia، گنی Guinea، مصر Egypt، اریٹریا Eritrea، مالی Mali، سرالیون Sierra Leone، سوڈان Sudan، گیمبیا Gambia، برکینا فاسو Burkina Faso، حبشہ Abyssinia / Ethiopia، موریطانیہ Mauritania، لائبیریا Liberia اور گنی بساؤ Guinea-Bissau میں یہ عمل عام ہے۔ اور افریقہ سے باہر یمن، عراق کے گرد علاقوں اور جنوبی امریکہ کے بعض قبائل میں بھی یہ عمل کچھ حد تک موجود ہے۔ اسی طرح ہندستان میں بوہرہ کمیونیٹی کے اندر یہ عمل پایا جاتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق (سنہ 2013 کے اعداد و شمار کے حساب سے) دنیا بھر میں اس عمل سے گزرنے والی خواتین کی تعداد تقریباً ستر کروڑ تھی۔

بعض ممالک ایسے ہیں جہاں مختلف تنظیمیں (جن میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی بھی شامل ہے۔) اس عمل کو روکنے کی کوششوں میں لگی ہوئی ہیں جس کی وجہ سے اس میں بہت حد تک کمی آئی ہے۔

عورتوں کے ختنہ کے سلسلے میں بحث اور اس کے فوائد اور نقصان ایک طویل گفتگو کی متقاضی ہے، البتہ اتنا تو ہے کہ تقریباً آدھی دنیا میں عہد قدیم سے اس عمل کو رواج حاصل رہا ہے۔ (ساری معلومات ویکی پیڈیا سے ماخوذ ہیں)۔

بعض ممالک میں عورتوں کے ختنہ سے ہونے والے بعض نقصانات کو جس کا مشاہدہ بھی کیا گیا ہے بڑے شد و مد سے اٹھایا جاتا ہے، اور کہیں کہیں تو اس کو مسلمانوں کا

ذمہ دار مان کر اسلام پر اعتراض کیا جاتا ہے، جبکہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام میں اس کو واجبی عمل نہیں مانا گیا ہے، بلکہ ضرورت اور حالات کو دیکھتے ہوئے استحبابی صورت قرار دیا گیا ہے (حالانکہ بعض فقہاء اس کے وجوب کی طرف گئے ہیں)، اور دوسری بات یہ کہ یہ عمل اسلام کی آمد سے صدیوں پہلے سے دنیا کے اکثر حصوں میں رائج تھا، جس سے اسلام نے منع نہیں کیا، بلکہ اسے غیر اجباری حیثیت میں باقی رکھا، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت اس پر عامل بھی نہیں ہے، ہاں اگر کہیں اس کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے اور اس پر عمل ناگزیر ہوتا ہے تو اسے عمل میں لایا جاتا ہے۔ اب یہ کام اطباء کا ہے کہ وہ ایمانداری کے ساتھ دنیا کے سامنے واضح کریں کہ کن حالات میں اس عمل سے خطرہ یا کسی طرح کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، صرف اس وجہ سے کہ کسی مذہب میں اس پر عمل جائز ہے واویلہ غیر اخلاقی اور ذہنی پسماندگی کی دلیل ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں ہر طرح کے خیر و بھلائی والے عمل کی توفیق دے اور ہر طرح کے دینی اور معاشرتی نقصانات اور برائیوں سے حفظ و امان میں رکھے۔

وصلی الله علی خیرخلقه وسلم۔

☆☆☆

نماز باجماعت کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کی جماعت کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز اس نماز سے کچھ اوپر بیس درجے سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے جو وہ اپنے بازار یا گھر میں پڑھتا ہے، اس لئے کہ جب کوئی شخص اچھے طریقے سے وضو کرتا ہے، پھر نماز کے ادارے سے مسجد میں آتا ہے، اسے نماز ہی مسجد کی طرف لے جاتی ہے تو ایسے شخص کے ہر قدم کے بدلے ایک درجہ بلند اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے تا آنکہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے، پھر جب وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے تو جب تک نماز اس کو وہاں روکے رکھتی ہے وہ نماز میں ہی شمار ہوگا (یعنی جماعت کے انتظار میں یا ذکر الٰہی میں مصروف جب تک مسجد میں رہے گا وہ اللہ کے یہاں نماز کی حالت میں سمجھا جائے گا) اور فرشتے تمہارے ایک آدمی کے بارے میں رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اپنی اس مجلس میں بیٹھا رہے جس میں اس نے نماز پڑھی ہے، فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ اس پر رحم فرما، اے اللہ اس کو بخش دے، اے اللہ اس پر رجوع فرما (یہ دعائیں اس کے حق میں اس وقت تک جاری رہتی ہیں) جب تک وہ کسی کو ایذا نہ پہنچائے، جب تک بے وضو نہ ہو۔

(بخاری ومسلم)

زنا وبدکاری کے برے اثرات ونتائج

محمد محبّ اللہ بن محمد سیف الدین المحمدی

محترم قارئین! زنا وبدکاری فحش وبیہودہ کام سے افراد کی زندگیاں تلخ ہوجاتی ہیں، سماج میں انتشار، فواحش ومنکرات اور بے حیائی پھیلتی ہیں۔ برائی کا سیلاب اُمڈ آتا ہے، ظاہری وباطنی خرابیاں زنا ہی کے رہین منت ہیں، زنا وفحش کاری یا گندی حرکات کے بہت سارے نقصانات ہیں، مثلاً مختلف بیماریوں کا شکار ہونا، اعضائے تناسل میں زخم، ایڈز، نفسیاتی اور اخلاقی نقصانات، مرد مردوں کے ساتھ اور عورت عورتوں کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کر لیتے ہیں۔ امریکہ اور کینیڈا میں مردوں کا مردوں کیساتھ نکاح جائز ہے اور باقاعدہ پارلیمنٹ نے اس کو قانونی حیثیت دے دی ہے۔قوم لوط کو اللہ نے 3 سزائیں دی تھیں۔

زمین سے بستی کو اٹھا کر نیچے پٹخا، پتھروں کی بارش کی اور پھر اس بستی کو پانی میں غرق کر دیا۔جس پانی میں اس کو غرق کیا گیا آج اس کو Dead Sea کہتے ہیں۔یعنی بحیرہ مردار جس میں کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا ہے۔یہ سزا آج سے 4000 سال پہلے دی گئی اور ان لوگوں کے گناہ کی نحوست کے اثرات آج تک باقی ہیں۔

اخلاق پر زنا کے اثرات:

۱- بے حیائی اور بے حجابی اور عریانی کی اعلانیہ مجالس عام ہوجاتی ہیں۔

۲-فحش گانے، گناہ پر ابھارنے والے ڈرامے عام ہو جاتے ہیں۔

۳-جنس کے تاجروں کی فراوانی ہوجاتی ہے۔

۴-نوجوان جنس کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ منشیات عام ہوجاتی ہیں۔

۵-ایسے معاشرے میں قتل، آبروریزی وغیرہ عام ہو جاتی ہے۔

معاشرے پر زنا کے اثرات:

۱- خاندان ختم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جب غیر شادی شدہ ایسے کاموں میں مشغول ہوگا تو اس کو بیوی کی ضرورت نہ ہوگی۔

۲- ناجائز بچے پیدا ہوتے ہیں جنہیں معاشرے سے نفرت ملتی ہے۔ وہ باپ کی شفقت اور توجہ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ انہیں عزت نہیں ملتی یوں بچے کی فطرت بگڑ جاتی ہے۔

۳- مرد اور عورت دونوں بدبختی کے شکار ہوتے ہیں۔

۴- پوری نسل، معاشرہ، قوم برباد ہوجاتی ہے۔

زنا کے اقتصادی نقصانات:

۱- انسان میں قوت باقی نہیں رہتی۔

۲- ہروقت دماغ جنس کے بارے میں سوچتا رہتا ہے۔

۳- پوری قوم اقتصادی طور پر پیچھے رہ جاتی ہے۔

۴- انسان ناجائز کمانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جوا، رشوت، ڈاکہ، عصمت فروشی عام ہو جاتی ہے۔

التفسیر الکبیر میں زنا کے برے اثرات ونتائج کا ذکر۔

علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے زنا وبدکاری کے چند برے نتائج، وخطرناک اثرات کا ذکر کیا ہے۔

أَوَّلُها: اخْتِلاطُ الأَنْسابِ واشْتِباهُها فَلا يَعْرِفُ الإِنْسانُ أَنَّ الوَلَدَ الَّذِى أَتَتْ بِهِ الزّانِيَةُ أَهُوَ مِنهُ أَوْ مِن غَيْرِهِ، فَلا يَقُومُ بِتَرْبِيَتِهِ ولا يَسْتَمِرُّ فى تَعَهُّدِهِ، وذَلِكَ يُوجِبُ ضَياعَ الأَوْلادِ، وذَلِكَ يُوجِبُ انْقِطاعَ النَّسْلِ وخَرابَ العالَمِ.

وثانِيها: أَنَّهُ إذا لَمْ يُوجَدْ سَبَبٌ شَرْعِيٌّ لِأَجْلِهِ يَكُونُ هَذا الرَّجُلُ أَوْلى بِهَذِهِ المَرْأَةِ مِن غَيْرِهِ لَمْ يَبْقَ فى حُصُولِ ذَلِكَ الِاخْتِصاصِ إلّا التَّواثُبُ والتَّقاتُلُ، وذَلِكَ يُفْضِى إلى فَتْحِ بابِ الهَرْجِ والمَرَجِ والمُقاتَلَةِ، وكَمْ سَمِعْنا وُقُوعَ القَتْلِ الذَّرِيعِ بِسَبَبِ إقْدامِ المَرْأَةِ الواحِدَةِ عَلى الزِّنا.

وثالِثُها: أَنَّ المَرْأَةَ إذا باشَرَتِ الزِّنا وتَمَرَّنَتْ عَلَيْهِ يَسْتَقْذِرُها كُلُّ طَبْعٍ سَلِيمٍ وكُلُّ خاطِرٍ مُسْتَقِيمٍ، وحِينَئِذٍ لا تَحْصُلُ الأُلْفَةُ والمَحَبَّةُ ولا يَتِمُّ السَّكَنُ والِازْدِواجُ، ولِذَلِكَ فَإنَّ المَرْأَةَ إذا اشْتَهَرَتْ بِالزِّنا تَنْفِرُ عَنْ مُقارَنَتِها طِباعُ أَكْثَرِ الخَلْقِ.

ورابِعُها: أَنَّهُ إذا انْفَتَحَ بابُ الزِّنا فَحِينَئِذٍ لا يَبْقى لِرَجُلٍ اخْتِصاصٌ بِامْرَأَةٍ، وكُلُّ رَجُلٍ يُمْكِنُهُ التَّواثُبُ عَلى كُلِّ امْرَأَةٍ شاءَتْ وأَرادَتْ، وحِينَئِذٍ لا يَبْقى بَيْنَ نَوْعِ الإنْسانِ وبَيْنَ سائِرِ البَهائِمِ فَرْقٌ فى هَذا البابِ.

وخامِسُها: أَنَّهُ لَيْسَ المَقْصُودُ مِنَ المَرْأَةِ مُجَرَّدَ قَضاءِ الشَّهْوَةِ بَلْ أَنْ تَصِيرَ شَرِيكَةً لِلرَّجُلِ فى تَرْتِيبِ المَنزِلِ وإعْدادِ مُهِمّاتِهِ مِنَ المَطْعُومِ والمَشْرُوبِ والمَلْبُوسِ، وأَنْ تَكُونَ رَبَّةَ البَيْتِ وحافِظَةً لِلْبابِ وأَنْ تَكُونَ قائِمَةً بِأُمُورِ الأَوْلادِ والعَبِيدِ، وهَذِهِ المُهِمّاتُ لا تَتِمُّ إلّا إذا كانَتْ مَقْصُورَةَ الهِمَّةِ عَلى هَذا الرَّجُلِ الواحِدِ مُنْقَطِعَةَ الطَّمَعِ عَنْ سائِرِ الرِّجالِ، وذَلِكَ لا يَحْصُلُ إلّا بِتَحْرِيمِ الزِّنا وسَدِّ هَذا البابِ بِالكُلِّيَّةِ.

وسادِسُها: أَنَّ الوَطْءَ يُوجِبُ الذُّلَّ الشَّدِيدَ، والدَّلِيلُ عَلَيْهِ أَنَّ أَعْظَمَ أَنْواعِ الشَّتْمِ عِنْدَ النّاسِ ذِكْرُ أَلْفاظِ الوِقاعِ، ولَوْلا أَنَّ الوَطْءَ يُوجِبُ الذُّلَّ، وإلّا لَما كانَ الأَمْرُ كَذَلِكَ، وأَيْضًا فَإنَّ جَمِيعَ العُقَلاءِ لا يُقْدِمُونَ عَلى الوَطْءِ إلّا فى المَواضِعِ المَسْتُورَةِ، وفى الأَوْقاتِ الَّتِى لا يَطَّلِعُ عَلَيْهِمْ أَحَدٌ، وأَنَّ جَمِيعَ العُقَلاءِ يَسْتَنْكِفُونَ عَنْ ذِكْرِ أَزْواجِ بَناتِهِمْ وأَخَواتِهِمْ وأُمَّهاتِهِمْ لَمّا يُقْدِمُونَ عَلى وطْئِهِنَّ، ولَوْلا أَنَّ الوَطْءَ ذُلٌّ، وإلّا لَما كانَ كَذَلِكَ.

وإذا ثَبَتَ هَذا فَنَقُولُ: لَمّا كانَ الوَطْءُ ذُلًّا

كانَ السَّعْيُ فی تَقْلِيلِهِ مُوافِقًا لِلْعُقُولِ، فاقْتِصارُ الـمَرْأَةِ الـواحِدَةِ عَلى الرَّجُلِ الواحِدِ سَعْيٌ فی تَـقْـلِيلِ ذَلِكَ الـعَـمَلِ، وأَيْـضًا ما فِيـهِ مِنَ الذُّلِّ يَـصِيرُ مَـجْبُورًا بِالمَنافِعِ الحاصِلَةِ فی النِّكاحِ، أَمّا الـزِّنا فَإِنَّهُ فَتْحُ بابٍ لِذَلِكَ العَمَلِ القَبِيحِ ولَمْ يَـصِرْ مَجْبُورًا بِشَيْءٍ مِنَ المَنافِعِ فَوَجَبَ بَقاؤُهُ عَـلى أَصْلِ المَنعِ بِالمَنافِعِ الحاصِلَةِ فی النِّكاحِ، أَمّا الـزِّنا فَإِنَّهُ فَتْحُ بابٍ لِذَلِكَ العَمَلِ القَبِيحِ ولَمْ يَـصِرْ مَجْبُورًا بِشَيْءٍ مِنَ المَنافِعِ فَوَجَبَ بَقاؤُهُ عَـلى أَصْـلِ الـمَـنعِ والحَجْرِ. (التفسير الكبير للرازی 20/ 198تا 199)

یعنی زناوبدکاری میں کئی قسم کے مفاسد وخرابیاں ہیں ان میں سے کچھ کا ذکر ذیل کے سطور میں کیا جارہا ہے۔

پہلی خرابی: انساب کا خلط ملط اور گڈ مڈ ہونا۔ انسان کو کچھ پتہ نہیں ہوتا، کہ زانیہ نے جس بچے کو جنم دیا ہے، وہ اس کا ہے یا کسی اور کا۔ وہ نہ تو اس کی تربیت کرتا ہے اور نہ ہی دیکھ بھال۔ اس میں اولاد کی بربادی ہے اور یہ بات نسل کے انقطاع اور دنیا، جہان کی تباہی کا موجب بنتی ہے۔

دوسری خرابی: جب عورت سے تعلق کے لیے کوئی سسٹم وضابطہ نہ رہے، تو پھر اس کے حصول کے لیے جنگ و جدال قتال وجھگڑا ہی کا طریقہ رہ جائے گا اور اس سے دنگا وفساد اور قتل وغارت گری کا دروازہ کھلے گا۔ ایک عورت کے زنا کی بنا پر ہم شدید قتل ومرڈر ہونے کے کتنے واقعات روز مرہ کے اخبار وغیرہ میں سنتے ہیں۔

تیسری خرابی: جب کوئی عورت بدکاری کرتی ہے اور اسے اپنی عادت بناتی ہے، تو سلیم الطبع اور درست مزاج والے لوگ اسے غلیظ گردانتے ہیں اور اس طرح نہ تو الفت و محبت پیدا ہوتی ہے، نہ سکون میسر آتا ہے اور نہ ہی یگانگت وجود میں آتی ہے۔ اسی بنا پر بدکاری کی شہرت پانے والی عورت کی رفاقت سے مخلوق میں سے اکثریت نفرت کرتی ہے۔

چوتھی خرابی: جب زنا کا دروازہ کھل جائے، تو کسی مرد کا کسی عورت کے ساتھ اختصاص نہیں رہتا۔ ہر آدمی ہر چاہنے اور ارادہ کرنے والی عورت کے حصول کے لیے دنگا اور فساد برپا کر سکے گا۔ اس طرح حیوانوں اور انسانوں میں اس اعتبار سے کوئی فرق نہ رہ جائے گا۔

پانچویں خرابی: عورت سے مقصود صرف شہوت کا پورا کرنا ہی نہیں ہوتا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ مرد کی شریکۂ حیات بن کر گھر کی تہذیب وترتیب، کھانے پینے اور لباس کے حوالے سے اپنی ذمہ داریاں سرانجام دے، گھر کا نظم ونسق سنبھالنے والی، دروازے کی حفاظت کرنے والی اور اولاد اور غلاموں کے معاملات کی نگہبانی کرنے والی ہو۔ یہ سارے فرائض تو اسی وقت سرانجام دیے جاسکتے ہیں، جب کہ اس کی توجہ کا مرکز، سب آدمیوں سے ہٹ کر، ایک آدمی ہو۔ یہ بات زنا کی حرمت اور کلی طور پر اس کے تمام دروازے بند کر کے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔

چھٹی خرابی: جنسی تعلق میں انتہائی شدید ذلت وخواری ہوتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے، کہ سب سے گندی یا سنگین گالی وہ ہوتی ہے، جس میں اس کا ذکر ہوتا ہے۔ عقل کا تقاضا اس تعلق کو کم از کم کرنا ہے۔

خاتون کے صرف ایک آدمی کے لیے ہونے میں اس کو کم کرنے کی کوشش ہے۔

علاوہ ازیں نکاح کے ذریعے اس شکل میں بھی ہونے والی ذلت کی تلافی ہوتی ہے۔

جہاں تک زنا کا تعلق ہے، تو اس میں اس قبیح عمل کے دروازے کا کھولنا ہے اور کسی قسم کے منافع سے، حاصل ہونے والی ذلت کی تلافی بھی نہیں ہوتی

لہٰذا لازم ہے، کہ اس کی ممانعت اور بندش باقی رہے۔

مزید دوسرے نقصانات جس کا اعتراف ہر ذی عقل، دانشور وصاحب علم وفراست کو ہے۔

زنا و بدکاری کی مزید خرابیاں ونقصانات:

ا- جنسی امراض کا پھیلنا اور نوجوانوں کی صحت کی کمزوری۔

زنا جنسی امراض کا ایک بہت بڑا سبب ہے، کتنے ہی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں زنا میں ڈوب جانے کے باعث مہلک جنسی امراض میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اس حقیقت کو بہت سارے بڑے بڑے مغربی ڈاکٹروں نے بھی بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر بیچلر (Batchelor) اور ڈاکٹر موریل (Murrel) کہتے ہیں کہ آتشک اور سوزاک وغیرہ کے امراض (جو جنسی امراض میں بستے ہیں) کا بنیادی سبب جنسی تعلقات میں بے راہ روی ہے۔

ڈاکٹر جان بیسٹن (Jhon Beaston) نے لکھا ہے کہ بہت سی تحقیقات کے نتیجہ میں جمع کی جانے والی معلومات اس بات کی دلیل ہیں کہ اکثر جنسی امراض شادی کے دائرہ سے باہر کے جنسی تعلقات یعنی زنا کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر نکول نے کہا ہے کہ آج ہمیں جس مشکل کا سامنا ہے، وہ ہماری اخلاقی اقدار کا ایسی اقدار سے بدل جانا ہے، جنھوں نے حرام جنسی تعلقات کی حوصلہ افزائی کی اور کر رہی ہیں اور انھوں نے ان امراض کے پھیلانے میں بہت بڑا کردار ادا کیا ہے، جو جنسی بے راہ روی کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔

۲-اباحیت کی گرم بازاری۔

دنیا میں اباحیت اور حیوانیت کا شور ہے، اباحیت کی رعونت دیکھیے یہ جنسی تسکین کے لیے مطلق العنانی چاہتا ہے، اور کسی قید و بند کا قائل نہیں ہے۔ یہ رویہ فرد اور سماج دونوں کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔ اس سے انسان کی جسمانی اور دماغی قوتیں بری طرح متاثر ہوتی ہیں اور وہ مختلف امراض کا شکار ہونے اور ہلاکت کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔ یہ معاشرے کو جنسی انتشار اور آوارگی کی طرف لے جاتا ہے۔ اس میں آدمی جنسی لذت تو حاصل کرتا ہے لیکن اس کے نتیجے میں ہونے والی اولاد کو عورت کے سر ڈال کر الگ ہوجاتا ہے، یا دونوں ہی اس سے دامن کش ہوکر بچے کو کسی فلاحی ادارے یا ریاست کے حوالے کر دیتے ہیں۔ یہ ادارے بچے کی مادی ضروریات کو تو کسی حد تک پوری کر سکتے ہیں لیکن اس محبت سے خالی ہوتے ہیں جو ماں باپ کے سینوں میں موجزن ہوتی اور اولاد میں منتقل ہوتی ہے۔ اولاد کی ذمہ داری سے بچنے کے لیے دنیا میں Childless Faimly کا رجحان عام ہوتا جارہا ہے۔ اس کے دو

نقصانات بالکل واضح ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی کے اندر ذمہ داریوں سے گریز اور ذاتی لذت کے حصول کا مزاج پیدا ہوتا ہے اور وہ کسی بھی سماجی اور معاشرتی ذمہ داری کو قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ اگر اولاد کے بغیر زندگی گزارنے کا رجحان عام ہو تو آبادی میں لازماً کمی واقع ہوگی، معاشرہ افرادی قوت سے محروم ہوتا چلا جائے گا۔ اور اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے اسے باہر کے افراد کی مدد لینی پڑے گی۔

۳- ناجائز وحرامی بچوں کا مسئلہ۔

کثرتِ زنا کے اثرات ونتائج میں سے ایک حرامی بچوں واولاد کا گھمبیر مسئلہ بھی ہے۔ ایک لیڈی ڈاکٹر سیلیا کس، ایس۔ ڈیشم(Celix. S.Deschim) کہتی ہیں: میں نے جب جنسی امراض اور ناجائز بچوں کی پیدائش میں بے پناہ اضافے کے بارے میں سنا، تو مجھے اس سے قطعاً کوئی تعجب نہ ہوا کیونکہ ہمارے معاشرے میں اب جو کچھ ہو رہا ہے، یہ اسی کا طبعی نتیجہ ہے۔

یعنی یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے کیونکہ زنا وبدکاری کا طوفان امنڈ آیا ہے، زنا کاری کی ایسی لت لگی ہوئی ہے کہ پانی کی طرح مال ودولت کو بہا دیتے ہیں اور ذرا سا احساس تک بھی نہیں ہوتا، آپ سوچیے

شادی کے دائرہ سے باہر پیدا ہونے والے بچوں کی وجہ سے یہ حرامی اولاد کا جو مسئلہ پیدا ہوتا ہے، ان کی تربیت و کفالت کون کرے،؟ انھیں وہ سچا پیار کون دے، ماں کی محبت اور باپ کا شفقت کون دے، جو ہر بچے کا حق ہے، ان کی حرکات وسکنات پر کون نظر رکھے، صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے ان کی کون راہنمائی کرے؟ کیا وہ زانی باپ جس نے اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کر لی اور اب اسے اس کے سوا اور کوئی سروکار نہیں کہ وہ کسی اور عورت کو تلاش کرے، جس کے ساتھ کچھ وقت بسر کر سکے؟ یا یہ بدکار ماں جس کا بنیادی قصد وارادہ یہ تھا کہ اس کے پیٹ میں حمل قرار نہ پائے اور جب اس نے رحم میں حرکت کو محسوس کیا تو اپنی ساری کوششیں اسے ختم کرنے میں صرف کر دی؟ اسقاطِ حمل کے اکثر حالات جن کے بارے میں ہم سنتے اور روزانہ اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ بدکار عورتیں جنین کو قتل کرنے کی کوشش کرتی ہیں، تو کیا یہ عقل کی بات ہے کہ ایسی ماں کے بارے میں یہ تصور کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ اسے اسقاط سے بچالے تو وہ اپنے بچے کی اس طرح تربیت کرے گی، جس طرح ایک شفیق ماں تربیت کرتی ہے؟ بلاشک وشبہ ایسی ماں کی اوّلین کوشش یہ ہوگی کہ وہ قتل کر کے یا پناہ گاہوں میں پھینک کر اس بچے سے نجات حاصل کر لے تاکہ اس کی نئی محبت کی راہ میں یہ بچہ رکاوٹ نہ بنے، اب بتائیں کہ جب کسی معاشرے میں ایسے بچوں کی کثرت ہو جائے، تو اس معاشرے کا انجام کیا ہوگا؟ ایسا معاشرہ تو سراپا شر ہی ہوگا۔

۴- خاندانی نظام کی ٹوٹ پھوٹ۔

خاندان صرف مردوں یا صرف عورتوں کے مجموعہ کا نام نہیں ہے بلکہ اس کی تعمیر وتشکیل میں مرد اور عورت دونوں کو اپنا کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ اگر کسی سوسائٹی میں کچھ مرد یا کچھ عورتیں باہم مل جل کر زندگی گزارنے لگیں اور غیر فطری طریقے سے اپنی خواہشات پوری کرنے لگیں تو اسے

خاندان نہیں کہا جائے گا۔ اس وقت پورے عالم میں Homo Sexualaity کا جو رجحان فروغ پا رہا ہے وہ نظام خاندان کی ابتری اور تباہی کا شدید ردعمل ہے۔ اس میں ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ اور ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگتی ہے۔ یہی ان کا گھر اور خاندان ہوتا ہے اور اس میں ایک دوسرے کے حقوق بھی متعین کر لیے گئے ہیں۔ اس سے قطع نظر کہ اس ہم جنسی سے مختلف نوع کے امراض پھیل رہے ہیں، یہ طرز حیات خاندان کے مقاصد کی تکمیل ہرگز نہیں کرتا۔

۵- بچوں کی شرح پیدائش میں کمی،

جنسی انارکی کے پھیلنے کے سبب شادی کرنے والوں کی شرح کم ہوجاتی ہے اور اس وجہ سے بچوں کی شرح پیدائش میں کمی رونما ہوجاتی ہے، جنسی انارکی کے پھیلنے کی صورت میں بچوں کی ولادت کو روکنے کی کوششیں زیادہ ہوجاتی ہیں کیونکہ بچے کو جنسی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے راستہ میں ایک رکاوٹ سمجھا جاتا ہے، اس کے لیے مادہ منویہ کو ضائع کیا جاتا ہے، مانع حمل گولیاں استعمال کی جاتی ہیں یا ان آلات کا استعمال کیا جاتا ہے جو کہ حمل ٹھہرنے سے روکتے ہیں، اور اگر حمل قرار پا جائے تو پھر اسقاطِ حمل کے لیے گولیاں استعمال کی جاتی ہیں اور اگر اس سے بھی بات نہ بنے تو تمام حدود سے تجاوز کرتے ہوئے بچوں سے نجات پانے کے لیے انھیں ولادت کے بعد قتل کر دیا جاتا یا جنگلوں، ندی، نالیوں میں پھینک دیا جاتا ہے اور یہ سارے طریقے آبادی کے لیے مضر ثابت ہوتے ہیں۔

سورون نے لکھا ہے کہ قانونِ فطرت یہ ہے کہ کوئی بھی امت جب نفسانی شہوات کی آواز پر لبیک کہتی ہے اور بے راہ روی اور جنسیت تک محدود ہوکر رہ جاتی ہے تو وہ اولاد پیدا کرنے اور نسل کے باقی رکھنے سے غافل ہوجاتی ہے اور وہ سمجھتی ہے کہ بچے اس کی حریت، لذت اور معاشی خوش حالی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ قانونِ فطرت کا دشمن یہ طرزِ عمل، جنسی شہوتوں کی بندگی پر ڈیرے ڈالنے والوں کو منع حمل اور اسقاطِ جنین کے لیے مختلف وسائل استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ابتداء میں تو اس اُمت کے افراد کی تعداد برقرار رہتی ہے اور اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی لیکن پھر اس میں انحطاط اور ہلاکت کا آغاز ہوجاتا ہے حتی کہ افرادی قلت کے باعث نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ اپنی بنیادی اور لازمی ضرورتوں کو بھی پورا نہیں کرسکتی۔

۶- کثرت جرائم۔

زنا جرائم کی کثرت کا سبب ہے:

کثرتِ جرائم جنسی بے راہ روی کے منطقی نتائج میں سے ہے جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جاچکا ہے زنا کے نتیجہ میں حرامی بچوں کی کثرت ہوجاتی ہے، یہ بچے محبت اور شفقت سے محروم ہوتے ہیں، جب کہ بچے کو اس کی شدید ضرورت ہوتی ہے، محبت وشفقت نہ ملنے کی وجہ سے ان کے دلوں میں احساسِ محرومی پیدا ہوجاتا ہے، اپنے معاشرے کے بارے میں ان میں بغض جنم لیتا ہے، یہ اپنے گرد وپیش کے لوگوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں اور پھر جب یہ سن رشد کو پہنچتے ہیں، تو یہ عصمت دری، چوری ورہزنی اور قتل وخون ریزی جیسے جرائم کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں۔

اس پر مستزاد یہ کہ زنا بجائے خود بہت سے جرائم کا سبب ہے، چوری کے کتنے ہی جرائم محض اس لیے کیے جاتے ہیں تاکہ چوراموال مسروقہ کومعشوقہ یا طوائف کے قدموں پر نثار کرسکیں، اسی طرح زنا کے ارتکاب کی خاطر کتنے ہی انسانوں کوقتل کردیا جاتا ہے، زنا کواگر جائز قرار دیا جائے، تو پھرنوجوان ہراس دوشیزہ کے ساتھ جنسی تعلقات استوار کرنا چاہے گا، جواسے اچھی لگے، وہ دوشیزہ خواہ اسے پسند کرے یا انکار کردے لیکن نوجوان قانون و اخلاق کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے اپنے مقصد کے حصول کے لیے تمام اسباب ووسائل کواستعمال میں لائے گا، جن معاشروں میں زنا پھیل چکا ہے، ان میں نوجوان لڑکیوں کے اغواء وفرار کے واقعات ایک معمول کی بات ہیں۔ اخبارات روزانہ اغواء کے واقعات کی خبریں شائع کرتے ہیں۔

۷- زنا اتنا بڑا جرم ہے کہ جسکے مرتکبین جہنم کی آگ میں جلیں گے۔

۸- زانی کا ایمان کی ضیاء پاش کرنوں سے محروم ہونا۔

۹-شادی شدہ زانی کا خون بہانا حلال ہوجاتا ہے۔

۱۰- زنا سے زندگی تنگ ہوجاتی ہے اورضیق الصدر و انحباس الطبع لاحق ہوتا ہے۔

۱۱- زنا شر وخبث کی تمام اقسام وانواع کا جامع ہے۔

۱۲- زانی کے لئے معاصی کے دروازے کھل جاتے ہیں اور گناہ کرنا ان کے لئے آسان ہوجاتا ہے۔

۱۳- زنا سے فقر وفاقہ ذلت ومسکنت نفرت وبغض جنم لیتے ہیں، اور زانی شرافت دارومہذب لوگوں کی نگاہوں سے گرجاتا ہے۔

۱۴- زنا کار سے اللہ سخت ناراض اور غضبناک ہوتا ہے۔

۱۵- زانی لوگوں کی نگاہ میں گرجاتا ہے، یعنی اس کی عزت خاک میں مل جاتی ہے۔

۱۶- زنا کرنے سے رزق کی برکت اٹھ جاتی ہے، غربت وافلاس اور فقر وفاقہ سے انسان دوچار ہوجاتا ہے، دل سے سکون چھن جاتا ہے، گھر اختلاف وانتشار کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

۱۷- دنیا میں زانی کوسخت سزاؤں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

۱۸- زنا یہ شرم وحیا، عفت وپاکیزگی اور غیرت کی چادرکوانسان سے کھینچ کر اسے قعرمذلت میں ڈھکیل دیتا ہے، اور پھرانسان بالکل بیشرم اور بے غیرت بن جاتا ہے۔

۱۹- زانی کا دل اللہ کی محبت اوراس کی یاد سے خالی رہتا ہے، وہ ہمیشہ اپنے نفس میں خباثت ہی کوجنم دیتا ہے، اور ہمہ وقت بدکاری کے لیے موقع کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔

۲۰- زنا یہ شادی جیسی عظیم عبادت سے بے نیاز کردیتا ہے، اوریہی شیطان کی ایک بڑی چال ہے۔

۲۱- زنا سے دنیا میں سخت عذاب آتا ہے اوروہ متعدد خطرناک بیماریوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے، جیسے کثرت اموات، کورونا، طاعون، ایڈز، ہارٹ اٹیک، کینسر وغیرہ وغیرہ۔

۲۲- زنا کی وجہ سے ولد الزنا کا ایک آزمائش بھری زندگی کا جھیلنا۔

۲۳- زنا پر خرچ ہونے والی دولت کا بے حساب خسارہ۔

۲۴- زنا کی وجہ سے بیوی کا حق غبن کرنا۔

۲۵- منی (مادہ تولید) کی بربادی۔

۲۶- وقت کی بربادی، زندگی کے قیمتی لمحات کو گنوانا۔

۲۷- زنا کار کے لیے برزخ میں دردناک عذاب ہے وہ یہ کہ زانی مرد وعورت بالکل ننگے ایک تنگ آگ کے تنور میں تپیں گے۔

۲۸- قیامت کے دن زانی کے لیے جہنم ہے۔

۲۹- بوڑھے زانی سے اللہ بات نہیں کرے گا، اور عام زانی کو اپنی عظیم الشان نعمت جنت سے محروم کردے گا۔

۳۰- زنا کی وجہ سے ایمان کی روح مجروح ہوجاتی ہے، دل سے ایمان کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے۔

۳۱- زانی کا جنت کی حورعین سے استمتاع سے محرومی۔

۳۲- رشتے داروں کو کاٹنا، صلہ رحمی نہ کرنا، عقوق والدین، کسب حرام، اہل وعیال کو ضائع کرنا، ناحق خون بہانا، وغیرہ وغیرہ۔

(مزید تفصیل کیلئے دیکھئے: روضة المحبين ونزهة المشتاقين صفحہ نمبر 320 تا 322، زنا کی سنگینی اوراس کے برئے اثرات صفحہ نمبر 265 تا 288)

☆☆☆

عبادت میں اعتدال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین آدمی نبی ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے گھر آئے، ان سے نبی ﷺ کی عبادت سے متعلق پوچھ رہے تھے، جب ان کو اس کی تفصیل بتلائی گئی تو گویا انہوں نے اس کو کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا اور نبی ﷺ کا کیا مقابلہ؟ آپ کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے گئے ہیں (اس لئے ہمیں تو آپ سے زیادہ عبادت کرنے کی ضرورت ہے) چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا، کبھی روزے کا ناغہ نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے کنارہ کش رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ باتیں پہنچیں تو آپ ان کے پاس تشریف لائے اوران سے پوچھا: تم نے اس طرح کہا ہے، جب اس کا جواب انہوں نے اثبات میں دیا تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں تم میں سب سے زیادہ ڈرنے والا اوراس کا سب سے زیادہ خوف دل میں رکھنے والا ہوں لیکن میں روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں، رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے میں شادی بھی کرتا ہوں (پس یہ سارے کام ہی میری سنت ہیں) اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا پس وہ مجھ میں سے نہیں (یعنی مجھ سے اس کا تعلق نہیں)

(بخاری ومسلم)

مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڑھی حیات وخدمات

(۱۸۹۰-۱۹۴۱ء)

فرحان سعید بن محمد یعقوب بنارسی

بیسویں صدی کے اوائل میں ایسے ایسے علمبرداران شریعت، اساطین کتاب وسنت، اعیانِ سلفیت، پاسبانِ علوم نبوت اس عالم رنگ وبو میں آئے، جن کی ضیاء پاشیوں سے برصغیر ہندوپاک، نورِتوحید سے منور ہوا، بدعاتِ مروجہ و رسومات فاسدہ کی بیخ کنی ہوئی، خالص سنتوں کے احیاء و اجراء کی داغ بیل پڑی، علمائے ربانیین ملتِ بیضاء کی رہبری کا سامان بہم کر گئے۔ انہیں مقدس نفوس میں ایک شخصیت خطیب الہند مولانا محمد جونا گڑھی رحمہ اللہ کی بھی ہے۔ جو متبع سنت، منہج سلف کے شیدائی، بے باک خطیب، مناظر اسلام، مشفق معلم، صاحب تصانیف کثیرۃ، حق گو صحافی تھے، آپ رحمہ اللہ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

ولادت، آغازتعلیم وابتدائی زندگی:

ابراہیم مرحوم جونا گڑھ (ضلع کاٹھیاواڑ) کے رہنے والے تھے، پیشہ کے اعتبار سے غلہ فروش تھے۔ بی بی حواء آپ کی شریک حیات تھیں۔ زوجین کا تعلق میمنی خاندان سے تھا۔ ابراہیم مرحوم آزادانہ فکر کے متحمل تھے، تقلیدی جمود سے پاک تھے۔ ابراہیم مرحوم کے گھر تین فرزند اور ایک دختر کی ولادت ہوئی، جن کے اسماء گرامی بالترتیب یہ ہیں: اسماعیل، عائشہ خاتون، محمد، عبدالسبحان۔

یہی وہ محمد ہیں، جو آگے چل کر خطیب الہند محمد جونا گڑھی کے نام سے مشہور ومعروف ہوئے۔ مولانا محمد جونا گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مولانا عبداللہ جونا گڑھیؒ سے حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم فقط حروف تہجی کی شناخت اور معرفت پر مشتمل رہی، وطن مالوف میں اس سے زیادہ علم حاصل نہ کیا۔

کم سنی کی عمر کو پار کر کے جب سن رشد کو پہنچے، تو آپ کے پدر نے آپ کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دیا، آپ کی رفیق حیات کا نام آمنہ تھا۔ چونکہ اعلی تعلیم کا منصوبہ نہ تھا، اسی لیے عطر فروشی کی تجارت سے منسلک ہوگئے، بڑی جانفشانی اور عرق ریزی کے ساتھ تجارت جاری رکھی۔

گزرتے وقت اور زوجین کی انسیت نے بی بی آمنہ کی گود بھر دی، مگر مہتاب سا شیرخوار بچہ اپنی جسامت کے بقدر ہی عمر لکھوا لایا تھا اور بہت جلد لقمۂ اجل ہوگیا۔ پہلے بچے کی مفارقت کا دکھ بھولے بھی نہ تھے کہ اللہ نے دوسری اولاد سے نوازا، لیکن اس بار اس سے بڑا سانحہ اور حادثہ درپیش ہوا، مشئیت الٰہی یہ ہوئی کہ زچہ اور بچہ دونوں عالم بقا کو سدھار گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

بیوی کی وفات نے مولانا کو بڑا صدمہ پہنچایا، یکے بعد دیگرے دو بچوں اور بیوی کے ارتحال نے دل کی دنیا میں بھونچال مچادیا۔

سفرِ دہلی اور اعلیٰ تعلیم:

جب طعنہ آمیز جملوں کی کثرت اور نظروں کی حقارت میں اضافہ ہونے لگا، تو مولانا وطن مالوف کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ لہٰذا والدین کو منصوبہ گوش گزار کیے بغیر دہلی کے لیے روانہ ہوگئے۔

مولانا جونا گڑھی رحمہ اللہ نے بڑی رازداری سے ترک وطن کیا اور دہلی وارد ہوئے، اس وقت آپ کی عمر بائیس سال تھی، واقعہ ۱۹۱۳ء کا ہے۔ مولانا نے اولاً مدرسہ امینیہ میں داخلہ لیا، جو کہ اس وقت کی بڑی مشہور درسگاہ تھی، لیکن یہاں مولانا کی تشنگی نہ بجھی اور ذوقِ طلبِ علم باقی رہا، کیونکہ یہاں کا نظام خالص تقلیدِ شخصی پر مشتمل و منحصر تھا، جب کہ مولانا اور ان کے والد آزادانہ فکر کے حامل تھے اور تقلید شخصی سے متنفر تھے۔ لہٰذا مولانا ایسی درسگاہ کے خواہاں ہوئے، جہاں کتاب وسنت کی تعلیم ہوتی ہو اور من جملہ تمام فقہی مذاہب زیر درس ہوں۔ ان کی یہ تلاش اس وقت ختم ہوئی، جب ان کی رسائی دار الکتاب والسنہ تک ہوئی، جس کے مؤسس مولانا عبدالوہاب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ تعلیمی معیار وہی تھا، جس کے مولانا خواہاں تھے۔ لہٰذا بڑی سنجیدگی، عرق ریزی، یکسوئی اور تن دہی کے ساتھ حصولِ تعلیم میں مصروف کار رہے۔ کتاب وسنت، فقہ مذاہب اربعہ، منطق، فلسفہ، تاریخ، اصول دیگر علوم کو یہیں سے حاصل کیا اور مینارِ علم کو سر کیا۔

تحصیل علم کا سلسلہ بس یہیں تک محدود نہ رکھا، فن حدیث میں مہارت پیدا کرنے کے لیے وقت کے جہابذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ دہلی میں اس وقت شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے لائق فائق تلامذہ موجود تھے، جن میں علامہ عبدالرحیم غزنویؒ اور علامہ عبد الرشید قابل ذکر ہیں، مولانا جونا گڑھی نے ان شخصیات سے خوب استفادہ کیا۔

مولانا نے جب علوم نقلیہ پر دسترس حاصل کر لی، تو علوم عقلیہ کی طرف متوجہ ہوئے، منطق، فلسفہ، اصول مناظرہ وغیرہ مولانا محمد اسحاق منطقی دہلوی اور محمد ایوب پارچہ سے حاصل کیا، جو بغدادِ ہند میں درجہ استناد رکھتے تھے۔

مہمان نوازی:

مولانا جونا گڑھی بڑے مہمان نواز تھے، آپ کا جذبۂ ضیافت بڑا معیاری تھا، دار الحدیث رحمانیہ سے جو طلبہ نکالے جاتے یا امتحان میں کامیاب نہ ہو پاتے تو مولانا ہی انہیں پناہ دیتے اور قیام وطعام کا انتظام فرماتے۔

حکیم عنایت اللہ نسیم فرماتے ہیں کہ:

ان کے علاوہ مولانا محمد میں ایک خوبی بدرجہ اتم پائی جاتی تھی کہ وہ بڑے مہمان نواز تھے، میں نے علماء میں ان جیسا مہمان نواز اور متواضع عالم نہیں دیکھا، روزانہ دو چار علماء ان کے مہمان ہوا کرتے تھے، مولوی ابو یحی امام خاں نوشہری جب دہلی میں ہوتے تھے تو وہ ان ہی کے مہمان ہوتے تھے۔ (چالیس علمائے اہل حدیث: عبدالرشید عراقی)

زہد وتقوی:

مولانا جونا گڑھی بڑے متقی و پرہیز گار تھے، عبادت گزار وتہجد گزار تھے، حیات مستعار میں سے متعین حصہ عبادت کے لیے مختص تھا، حوادث دہر بھی گوشۂ تنہائی میں مخل نہیں ہوتے تھے۔ مولانا جونا گڑھی کی زندگی کے معمول کا

انداز ہ ذیل کے اقتباس سے لگائیے، مولانا عراقی لکھتے ہیں کہ: "صوفی محمد ظفر نسیم مرحوم نے راقم سے اکثر یہ واقعہ بیان کیا کہ تہجد کی نماز کے لیے شیخ عطاء الرحمٰن مرحوم (مہتمم دار الحدیث رحمانیہ، دہلی) اپنی رہائش گاہ سے آ کر مولانا محمد صاحب کو جگاتے تھے اور پھر دونوں صدر بازار کی جامع مسجد میں تشریف لے جاتے اور بعد نماز فجر واپس تشریف لاتے۔ شیخ عطاء الرحمٰن ساتھ ہوتے اور مکان کے قریب گلی میں ایک چھوٹے سے ہوٹل سے چائے پیتے۔ (چالیس علمائے اہل حدیث، ص: ۱۵۹، از عبدالرشید عراقی)

مولانا جونا گڑھی بڑے رقیق القلب تھے، لوگوں کی تکالیف میں ان کا سہارا ہوتے، بغیر مفاد پرستی کے لوگوں کا تعاون کرتے، امداد باہمی کے لیے کوشاں رہتے، لہٰذا دار الحدیث رحمانیہ کے جو طلبہ نکالے جاتے، ان کی تعلیم کے متعلق، ڈاکٹر محمد مجیب الرحمٰن رقمطراز ہیں کہ: ان کی تعلیم خود اپنے تئیں اس طرح دیتے کہ مدرسہ رحمانیہ میں بعد کو آنے والے امتحان میں آسانی سے وہ طلبہ شرکت کر سکیں اور یہی ہوتا بھی تھا، آپ کے اندر تفہیم مسئلہ کا اس قدر ملکہ تھا کہ طلبہ آسانی سے سمجھ جاتے۔ (مولانا محمد جونا گڑھی حیات وخدمات، ص: ۲۸)

تلاشِ معاش کے ذرائع:

مولانا جونا گڑھی فنا فی العلم تھے، پڑھائی لکھائی ہی اوڑھنا بچھونا تھا، ۱۹۱۳ء کے بعد کسی طرح کے پیشے کو اختیار نہیں کیا، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولانا کے اخراجات کہاں سے پایۂ تکمیل کو پہنچتے تھے، ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ: کتابوں کی تصنیف وطباعت اور اس کی فروخت سے حاصل شدہ منافع سے آپ نے مذکورہ بالا خانہ تعمیر کرایا تھا اور فراخی معاش کے ساتھ آپ کی زندگی بسر ہوتی تھی۔ (مولانا محمد جونا گڑھی حیات وخدمات، ص: ۳۴)

اس کے علاوہ آپ نے ایک پنجابی کرایہ دار کو بھی گھر میں جگہ دی تھی، جو ماہانہ کرایے کے عوض سکونت رکھتا تھا، بس یہی چیزیں ذریعۂ معاش تھیں۔

ازواج واولاد:

ہم ابتدا میں ذکر کر آئے ہیں کہ سن رشد کو پہنچتے ہی آپ کی شادی ہوگئی تھی، بیوی آمنہ کے سانحہ ارتحال نے طلب علم کی طرف راغب کیا اور آپ دہلی چلے آئے۔

دہلی میں کئی سالوں تک آپ تنہا رہے، لیکن جب مشہور ہوئے تو رؤسائے دہلی کی جانب سے رشتے آنا شروع ہوگئے۔ لیکن آپ نے اپنے استاد مولانا عبدالوہاب ملتانی رحمہ کی سالی کو ترجیح دی اور ان سے نکاح کر لیا۔ دوسری بیوی سے کئی اولادیں ہوئیں جن کے نام یہ ہیں: احمد (نابینا)، حسن، حسین، مریم، فاطمہ، زبیدہ اور ہاجرہ۔

مدتوں بعد جونا گڑھ گئے تو خاندان والوں نے تیسری شادی کرادی اور ان کے بطن سے خدیجہ مسمی لڑکی اور احمد مسمی لڑکا پیدا ہوا۔

مقدمہ کے تعلق سے کلکتہ کئی سال تک جانا پڑا، چنانچہ مولانا نے چوتھی شادی کلکتہ میں بھی کر لی۔

وفات:

۱۹۴۱ء میں مولانا جونا گڑھی کے والد اور بہن عائشہ کا چند ایام کی تقدیم وتاخیر سے انتقال ہوگیا، انتقال جونا گڑھ ہی میں ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے طبیعت میں اضطراب اور بے چینی گھر کر گئی، اس واقعۂ ناگہانی نے مولانا کی کمر توڑ دی

تھی، مولانا جوناگڑھی نے رخت سفر باندھا اور اوّل فرصت میں جوناگڑھ روانہ ہوئے، مرحومین کے قبر کی زیارت کی، ان کے لیے دعائے مغفرت اور صدقۂ جاریہ کا اہتمام کیا۔

مولانا جوناگڑھی کی وفات جمعہ کے دن ہوئی تھی، اس سے قبل جمعہ کو مولانا نے موت کے عنوان پر بڑی جامع، پرتاثیر اور ولولہ انگیز تقریر کی تھی، جس میں آپ نے موت کی حقانیت اور اس کی تلخی پر لب کشائی کی اور فرمایا کہ آج میں بعافیت آپ کے سامنے زندہ ہوں، ممکن ہے کہ آئندہ جمعہ کو نا رہوں اور اگلے جمعہ واقعتاً آپ کی بیویاں بیوہ اور اولاد یتیم ہوگئیں۔

لہٰذا علم وفن کا یہ چراغ، محافظ سنت، قاطع بدعت، شھاب امت، علمبردار شریعت، شہسوار خطابت، ماہر فن کتابت، مفسر ملت، مترجم دینِ وحدت، مالکِ اخبار و صحافت، مدبرِ جماعت۔ سال ۱۹۴۱ء، دن جمعہ، وقت رات گیارہ بجے، عالم فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گیا۔

اناللہ واناالیہ راجعون

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

خدمات:

مولانا محمد جوناگڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات متنوع ہیں، انہیں چند صفحات میں سمیٹنا دریا کو کوزے میں بھرنا ہے، مولانا کی شخصیت ہمہ گیر اور ہمہ جہت تھی، متعدد علوم وفنون پر دسترس رکھتے تھے، جس کی وجہ سے ان کی خدمات کا دائرہ بھی کافی وسیع ہے۔ خدمات کے سلسلے میں چند سطور پیش خدمت ہیں۔

مولانا نے عملی زندگی کی ابتدا مناظرے کے ذریعہ کی اور پہلے مناظرے میں فتح یاب ہوئے۔

مدرسہ محمدیہ کا قیام:

مولانا جوناگڑھی علیہ الرحمہ جب فارغ التحصیل ہوئے اور میدانِ عمل میں قدم رنجا ہوئے، تو حسب روایت ایک مدرسہ کی داغ بیل ڈالی، جس میں اساتذہ کی تقرری کی اور خود بھی بحیثیت مدرس پڑھانے لگے، متلاشیان علم نے بھی خوب کسب فیض کیا اور مولانا نے بھی اپنے علمی چشمے سے خوب سیراب کیا۔

خالد حنیف صدیقی لکھتے ہیں کہ: مولانا جوناگڑھی نے فراغت کے بعد مسجد اہلحدیث اجمیری گیٹ (مکان نمبر۴۱۲۱) کو درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور دعوت وتبلیغ کا مرکز بنا دیا اور ان امور کی انجام دہی کے لیے مدرسہ محمدیہ نام کے ایک مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ (مدراس دہلی: ایک تاریخی دستاویز، ص:۲۰۵)

گلدستۂ محمدی یا اخبار محمدی:

افکار ونظریات کی ترویج اور کتاب وسنت کی اشاعت کے لیے اس دور میں اخبار ورسائل وسائلِ مہمہ میں سے تھے۔ چنانچہ مولانا جوناگڑھی جب میدان عمل میں سرگرم ہوئے، تو انہوں نے بھی ایک جریدہ نکالا، جسے گلدستۂ محمدی کے نام سے موسوم کیا، رسالہ اولا ماہنامہ نکلتا تھا۔ جریدہ اتنا مقبول ہوا کہ کچھ دنوں بعد پندرہ روزہ اخبار محمدی کا نام اختیار کر گیا اور قارئین سے خوب داد وتحسین ملی اور ان کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔

مولانا جوناگڑھی کے اخبار نکالنے کے مطمح نظر کے متعلق ڈاکٹر مجیب الرحمٰن صاحب رقمطراز ہیں: اس کا مقصدِ وحید توحید وسنت کی بے لاگ تبلیغ واشاعت، نیز روبہ زوال اور محوِ خوابِ غفلت مسلم کو ان کے روشن ماضی سے روشناس

کرانا اور ہلاکت کی دلدل سے نکلنے کے طریقوں سے آگاہ کر کے، تعلیم اسلامی کو ان کے دلوں میں بٹھانا تھا۔(مولانا محمد جوناگڑھی حیات وخدمات،ص:۲۹،۳۰)

خطابت:-

مولانا جوناگڑھی مجالِ خطابت کے عظیم شہسوار تھے، مولانا کی خطابت کی ولولہ انگیزی اور سحر بیانی کے لوگ گرویدہ تھے اور دیکھتے دیکھتے آپ خطیب الہند کے لقب سے مشہور ہوگئے۔

مولانا جوناگڑھی بڑے جوش وخروش سے خطاب فرماتے تھے،علامہ داؤد راز رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: تصنیف و تالیف کے علاوہ میدان خطابت کے بھی آپ ایک نامی شہسوار تھے،قوت گویائی کا یہ حال تھا کہ گھنٹوں تقریر فرماتے اور تکان کا نام ونشان بھی نہ ہوتا،توحید اور سنت کے موضوع پر آپ کے خطبات اس قدر دلنشیں ہوتے کہ سامعین ہمہ تن گوش بن جاتے، سب سے پہلے آپ نے اہلحدیث کانفرنس دہلی کے اجلاس میں کرسی پر کھڑے ہوکر تقریر فرمائی، زور تقریر اور جوش جوانی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے وزن اور طاقت سے دو تین کرسیاں ٹوٹ گئیں، پھر تو میدان خطابت میں اس قدر مشہور ہوئے کہ ملک کے پورب پچھم جہاں کہیں بھی کوئی غیر معمولی تبلیغی جلسہ ہوتا، حاضرین آپ کی تشریف آوری کے متمنی رہتے۔(مولانا محمد جوناگڑھی: حیات وخدمات،ص:۳۵)

مناظرہ:

مولانا جوناگڑھی مرحوم نے عملی زندگی کا آغاز مناظرہ کے ذریعہ ہی کیا، جس کا ذکر گزر چکا۔میدان مناظرہ میں آپ کی خدمات جلیلہ ہیں، اس کے ذریعہ ہزاروں متلاشیان حق کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔

مولانا جوناگڑھی نے بے شمار مناظرے کیے اور سب میں ناقابل شکست رہے، ایک واقعہ کے ذریعہ مولانا کے رفعتِ علم کا اندازہ کیجیے، ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ دلی سے قریب میرٹھ شہر میں قرأۃ خلف الامام کے موضوع پر ایک مجلس مناظرہ منعقد ہوئی، اس میں خاص مناظر کی حیثیت سے مولانا جوناگڑھی اور صدارت کے لیے علامہ ثناء اللہ امرتسری حاضر ہوئے۔

غالبا یہ مناظرہ ۱۹۴۰ء میں واقع ہوا تھا، جوناگڑھی صاحب کی عادت یہ تھی کہ تقریر کے بعد عموماً جلسہ گاہ سے بلا تاخیر چلے آتے، میرٹھ کے جلسہ سے بھی آگئے تھے، اختتام جلسہ کے بعد مخالفین نے کہا کہ مولانا نے موضوع اور اس کے دلائل تو ٹھیک ہی پیش کیے ہیں، مگر انہوں نے کہیں بھی حوالہ پیش نہیں کیا۔علامہ ثناءاللہ امرتسری نے فوراجیپ بھیج کر مع ضروری کتابوں کے ان کو طلب کیا، آپ نے حاضر ہوکر تقریر میں پیش کردہ تمام دلائل کے مخارج ومصادر جلد اور صفحہ کھول کر دکھادیئے۔(مولانا جاناگڑھی: حیات وخدمات،ص:۴۰)

تصنیف وتالیف:

اللہ رب العالمین نے آپ کو تصنیف وتالیف کا بڑا معیاری ذوق عطا کیا تھا، اتنی مصروفیت کے باوجود آپ نے کبھی شعبۂ تصنیف سے رشتہ منقطع نہیں کیا، آپ کی خدمات ہمہ جہت ہیں، آپ کی زندگی کا شاہکار محمدیات سے مشہور ہے۔تذکرہ نگاروں نے مختلف تعداد بیان کی ہیں، کم وبیش ڈیڑھ سو کے قریب تصانیف ہیں۔

آپ کی سب سے بڑی خدمت ترجمۂ قرآن ہے، آپ نے کلام مقدس کواردو قالب میں پیوست کیا،مگر حیرت و تاسف ہے کہ سوانح نگاروں نے اس عظیم خدمت کو فراموش کردیا۔

آج بھی برصغیر ہندوپاک میں آپ کا ترجمہ متداول ہے،سعودی عرب سے جو تفسیر شائع ہوتی ہے، اس میں ترجمہ مولانا جوناگڑھی کا اور تفسیر حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ کی ہے، جو برصغیر میں احسن البیان کے نام سے معروف ہے، جس سے بلا تفریق عوام و خواص مستفید ہورہے ہیں۔ بنابریں ترجمۂ قرآن آپ کی خدمات جلیلہ میں ممتاز اور نمایاں مقام رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ آپ کی تصانیف میں تین عظیم شہ پارے ہیں،جن پر مسلمانان برصغیر ہمیشہ فخر کریں گے۔وہ درج ذیل ہیں: -ترجمہ تفسیر ابن کثیر -ترجمہ اعلام الموقعین عن رب العالمین -خطبات محمدی۔

ہم ذیل میں تینوں کتابوں کے متعلق کچھ رقم کریں گے۔

تفسیر ابن کثیر:

مولانا جوناگڑھی نے تفسیر ابن کثیر کا درس دینا شروع کیا،اس کے شائستہ اسلوب اور علمی مقام سے متاثر ہوکر، دروس کولکھنا شروع کردیا۔مولانا نے اپنے ہم زلف ابوعبید اللہ عبد اللہ ندوی رحمہ اللہ کے مشورے سے ایک ایک پارے کواردو قالب میں منتقل کرکے اخبار محمدی میں بالاقساط شائع کیا۔مولانا نے پھرایک ایک پارہ کرکے کتابی شکل میں شائع کیا، پہلے پارے کی سن اشاعت ربیع الاول ۱۳۴۶ھ ہے۔مولانا نے ترجمہ کا آغاز ۱۳۴۶ھ میں کیا اور ۱۳۵۲ھ تک یہ عظیم شاہکار پایۂ تکمیل تک پہنچا، بعدازاں تفسیر محمدی کے نام سے کئی جلدوں میں شائع ہوا اور ہنوز داد و تحسین حاصل کررہا ہے۔

مولانا آزاد نے مولانا جوناگڑھی کواس عمل پر مبارکباد پیش کی اور مدح سرائی فرمائی۔مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ یہ بھی آپ نے خوب کیا کہ حافظ عماد الدین ابن کثیر کی تفسیر کا ترجمہ بھی شائع کردیا، متأخرین کے ذخیرۂ تفسیر میں یہ سب سے بہتر تفسیر ہے۔(چالیس علمائے اہلحدیث،ص:۱۶۲)

اعلام الموقعین:

یہ حافظ ابن قیم (۷۵۱ھ) رحمہ اللہ کی مشہور زمانہ تصنیف ہے،مولانا جوناگڑھی نے اس کتاب کا ترجمہ کیا اور اسے دین محمدی کے نام سے شائع کیا۔ یہ کتاب اولا اخبار محمدی کے صفحات کی زینت بنی،لیکن اس کے بعد جاذب نظر طباعت کے ساتھ شائع ہوئی، جوکہ چھ جلدوں پر مشتمل تھی۔ مولانا نے ترجمہ کا آغاز ۱۹۳۴ء میں کیا اور ۱۹۳۸ء تک پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

مولانا آزاد علیہ الرحمہ کی نظر سے جب یہ کتاب گزری، سلیس ترجمہ اور شائستہ طرز نے انہیں خوب متاثر کیا، متعدد خطوں میں مولانا نے اس پر تہنیت نامہ پیش کیا اور خوب پذیرائی کی۔

خطبات محمدی:

نبی آخر الزماں ﷺ نے اپنے خطابات و بیانات و ارشادات میں نوع انسانی کو ضابطۂ حیات عطا کیا، کوئی ایسا موضوع نہیں جس پر شریعت کی رہنمائی حاصل نہ ہو۔ لہٰذا

مولانا جونا گڑھی نے ان تمام خطبات و بیانات کو خطبات محمدی میں پرو دیا ہے، منتشر ہدایات کو مدون کر دیا ہے۔

مولانا مختار احمد ندوی لکھتے ہیں کہ: اس مجموعے میں آپ نہ موضوع احادیث پائیں گے، نہ اسرائیلیات، نہ قصے، نہ چٹکلے بلکہ خطیب الانبیاء محمد ﷺ کے مستند ترین پاکیزہ، رشد و ہدایت سے بھرپور خطبات، صحیح احادیث اور معتبر و مسلم دینی کتب تفسیر و حدیث سے ماخوذ تحقیق وتنقید کی کسوٹی پر کسے ہوئے، چھان پھٹک کر ایک ایک لفظ جانچ تول کر لکھے اور ترتیب دیے گئے ہیں۔ (خطبات محمدی، ص:۴)

دیگر کتب کے ترجمے:

سنتِ محمدی: امام محمد حیاتؒ کی تصنیف ہے، جس کا نام فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور "ہے، مولانا جونا گڑھی نے اسی ۱۳۶۴ھ میں پہلی مرتبہ شائع کیا تھا۔

برھان محمدی: علامہ تقی الدین سبکیؒ کی تصنیف ہے، جس کا نام جزء رفع الیدین ہے، مولانا کی زندگی ہی میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے، چوتھا ایڈیشن دسمبر ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا۔

سیرت محمدی: امام ابوجعفر ابن جریر طبری کی خلاصۃ السیر کا سلیس اردو ترجمہ ہے۔

امام محمدی: خطیب بغدادیؒ کی مشہور زمانہ تصنیف تاریخ بغداد کا ایک جزء ہے، جس میں امام ابوحنیفہؒ کی مختصر سوانح اور ہم عصر علماء کے تاثرات ہیں۔

فضائل محمدی: علامہ خطیب بغدادیؒ کی مایہ ناز تصنیف شرف اصحاب الحدیث کا ترجمہ ہے۔

ایمان محمدی: یہ امام ابوبکر البیہقیؒ کی کتاب ہے، جس کا نام مختصر شعب الایمان ہے۔ جس میں ایمان کی شاخوں کا تذکرہ ہے۔

عقائد محمدی: امام احمد بن حنبلؒ کی کتاب ہے، جو عقیدۂ اہل السنہ کے نام سے مشہور ہے، یہ اسی کا سلیس اردو ترجمہ ہے۔

دیگر مصنفات کی فہرست:

درایت محمدی، زکاۃ محمدی، ہدایت محمدی، برأت محمدی، انعام محمدی، اذان محمدی، مرحمت محمدی، مملکت محمدی، تعویذ محمدی، جماعت محمدی، فرمان محمدی، سراج محمدی، مشکوۃ محمدی، شمع محمدی تحفہ محمدی، ارشاد محمدی، مقالہ محمدی، نور محمدی، نکاح محمدی، ملت محمدی، اربعین محمدی، صیام محمدی،، نماز محمدی، حج محمدی، نصیحت محمدی، سلام محمدی، ریحان محمدی، ذمۂ محمدی، غنیۂ محمدی، توحید محمدی، ثوبان محمدی، صراط محمدی، دَوَ محمدی، صمصام محمدی، تائید محمدی، ضرب محمدی، آئینہ محمدی، عقائد محمدی، سنت محمدی، دلائل محمدی، عقیدۂ محمدی، صلوۃ محمدی، معراج محمدی، درود محمدی، میلاد محمدی، حیات محمدی، در محمدی، طریقہ محمدی، حقوق محمدی، رکوع محمدی، شہادت محمدی، صدائے محمدی، ظفر محمدی، ظل محمدی، عصائے محمدی، عید محمدی، پیغام محمدی، فتاوی محمدی، قبیلۂ محمدی، گلدستۂ محمدی، قربانی محمدی، اشعار محمدی، مساجد محمدی، وضوء محمدی، وظیفۂ محمدی، انصار محمدی، مولود محمدی، حرمت محمدی، فتح محمدی، فیصلۂ محمدی، حقیقت محمدی، امامت محمدی وغیرہ

مذکورہ فہرست مولانا جونا گڑھی حیات و خدمات سے ماخوذ ہے۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى أله وصحبه أجمعين!

☆☆☆

جامعہ سلفیہ میں دوبارہ کمپیوٹر تعلیم کا آغاز

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں جہاں معیاری تعلیم وتربیت پرزور ہے وہیں طلبہ کو مختلف علوم وفنون جیسے خطابت، صحافت، تبلیغ ودعوت اور فتویٰ نویسی کے اسرار ورموز سکھائے جاتے ہیں تاکہ طلبہ فارغ التحصیل ہوکر خدمت دین کا فریضہ احسن انداز میں انجام دے سکیں اور تعلیم ودعوت کے انبیائی مشن کو جاری رکھ سکیں۔

کمپیوٹر نے انسانی زندگی میں ایک انقلاب برپا کردیا ہے جس کی افادیت ہر ایک کے نزدیک مسلم ہے اور جس کا سیکھنا اور طلبہ کو سکھانا وقت کی اہم ضرورت ہے، اسی کے پیش نظر ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ محترم جناب عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ نے جامعہ میں دوبارہ کمپیوٹر کی تعلیم کو جاری کرنے کے لئے پلان بنایا تاکہ طلبہ جامعہ کے پرسکون ماحول میں کمپیوٹر کی تعلیم حاصل کرسکیں۔ چونکہ جامعہ میں جگہ کی قلت ہے اور طلبہ کی تعداد میں روز بروز مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے لہٰذا دارالحدیث کو عارضی طور پر پلائی کی دیوار لگاکر دو حصوں میں تقسیم کیا گیا اور پچھلے حصے کو کمپیوٹر کی تعلیم کے لئے مختص کردیا گیا اور اس میں جدید قسم کے دلکش اور آرام دہ فرنیچر لگواکر ایک دیدہ زیب ہال بنادیا گیا، ۳۲/نئے کمپیوٹر لگوادیئے گئے اور کمپیوٹر تعلیم میں آسانی کی خاطر ایک بڑی T.V اسکرین کو بھی نصب کرا دیا گیا تاکہ ہر طالب علم استاذ کی باتوں اور ہدایات کو بآسانی سمجھ سکے۔ طلبہ میں اس کا اعلان کیا گیا اور خواہشمند طلبہ کے رجسٹریشن کے بعد باقاعدہ جامعہ میں ۱۴/نومبر ۲۰۲۳ء سے کمپیوٹر کی تعلیم کا آغاز کردیا گیا، فللہ الحمد أولا وآخرا.

چونکہ صرف ۳۲/ہی کمپیوٹر ہیں لہٰذا صرف ۶۴/ہی طلبہ کا رجسٹریشن ہوسکا بقیہ درخواستوں کو آئندہ سال کے لئے موخر کردیا گیا، ان طلبہ کو دو گروپ میں تقسیم کردیا گیا ہے ہر گروپ میں ۳۲/طالب علم ہیں، ایک گروپ عصر بعد سے لے کر مغرب تک اور دوسرا گروپ مغرب بعد سے لے کر عشاء تک سیکھتا ہے۔ دونوں گروپ کے لئے الگ الگ استاذ مقرر ہیں، ایک گروپ کے لئے حفظ الرحمٰن ایمن سلفی صاحب اور دوسرے گروپ کے لئے ماسٹر فیاض احمد صاحب مقرر ہیں اور دونوں جامعہ میں کمپیوٹر کے شعبہ کے موظف ہیں اور اس بارے میں اچھی خاصی معلومات اور تجربہ رکھتے ہیں۔ کمپیوٹر کی بنیادی معلومات نیز MS Office، Coral Draw، Inpage جیسی اہم چیزوں کے ساتھ چار زبانوں (اردو، عربی، انگلش، ہندی) میں ٹائپنگ بھی سکھائی جاتی ہے۔ یہ کورس تین ماہ کا ہے۔ کورس پورا ہونے کے بعد طلبہ کا امتحان ہوگا اور انہیں سرٹیفکیٹ بھی دیا جائے گا ان شاء اللہ۔ اس پورے کورس کے سیکھنے کی رعایتی فیس صرف -/500 روپئے ہے تاکہ ہر طالب علم بآسانی یہ تعلیم حاصل کرسکے جس کی ضرورت انہیں عملی زندگی میں پڑے گی اور ان کے لئے کارآمد اور مفید رہے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ الہ العالمین جامعہ کو مزید ترقیاں عطا فرما اور طلبہ عزیز کے مستقبل کو روشن اور تابناک بنا، انہیں علم وعمل کی توفیق دے اور دنیا وآخرت کی سعادتوں سے سرفراز فرما، آمین۔

ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ

مشرف على برنامج تعليم الكمبيوتر

اخبار جامعہ

مولانا ابوصالح دل محمد سلفی

برنامج إتقان کا پانچواں پروگرام:

"برنامج إتقان لتنمية المهارات العلمية والثقافية" کا پانچواں پروگرام 1 نومبر 2023، بروز جمعرات "قاعة المحاضرات" میں بعد نمازِ عشاء بعنوان "عربی زبان کی اہمیت وضرورت" زیرِ صدارت فضیلۃ الشیخ خورشید عالم مدنی حفظہ اللہ منعقد ہوا۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

پروگرام کا آغاز امین الاسلام عمر علی کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ پھر کلیۃ الشریعۃ سال اول کے طالب علم محمد امین محمد حیدر نے عربی زبان میں "أهمية اللغة العربية" کے عنوان پر بہترین تقریر پیش کی اور کلیۃ الحدیث ثالث کے طالب علم محمد فاروق محمد ثناء اللہ نے ایک جامع اور مدلل مقالہ "فہم دین کے لئے عربی زبان کی اہمیت وضرورت" کے عنوان پر بہترین آواز و انداز میں پیش کیا۔ اس کے بعد طلبہ کے درمیان برجستہ ترجمہ وتعریب (عربی سے اردو اور اردو سے عربی) کا سلسلہ شروع ہوا۔ جس کے لئے امین البرنامج نے عربی زبان کے چار لطیفے اور دو اشعار پیش کیا جن کا فوری اردو ترجمہ درج ذیل ہونہار طلبہ نے کیا۔

۱-سلمان ابوالمکرّم
۲-عبدالرحمٰن انیس الرحمٰن
۳-حسن شیخ رفیق الاسلام
۴-مرشد عالم اشرف علی
۵-مامون رشید ثناء اللہ

اس کے بعد اردو زبان کے چند فقرات پیش کئے گئے جن کا برجستہ عربی ترجمہ درج ذیل طلبہ نے کیا۔

۱-اشفاق احمد ڈار عبدالاحد ڈار
۲-محمد کوثر عالم آزاد علی

اس کے بعد برنامج کے طرف سے عربی زبان میں برجستہ تقریر کے لئے طلبہ کو دو عنوان "من محاسن الاسلام" اور "قريتي" دیئے گئے۔ جس پر کلیہ حدیث ثالث کے طالب رضاء اللہ ابوالکلام نے روشنی ڈالنے کی اچھی کوشش کی۔

اخیر میں صدر مجلس فضیلۃ الشیخ خورشید عالم صاحب مدنی حفظہ اللہ (مدير التحرير صوت الأمة) نے صدارتی خطاب پیش فرمایا۔ آپ نے اپنے صدارتی خطاب میں پروگرام میں حصہ لینے والے طلبہ کے حق میں حوصلہ افزا کلمات کہے اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ نیز پروگرام کی کامیابی پر طلبہ کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے عربی زبان و ادب کی قدر و منزلت، اہمیت وضرورت اور اس کی افادیت پر جامع و مدلل روشنی ڈالی اور قدرے تفصیل سے کہا

کہ چوں کہ شریعت اسلامیہ کے مصادر اصلیہ (قرآن وسنت) عربی زبان میں ہیں۔اس لئے آپ طلبہ کو عربی زبان وادب میں مہارت حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ کیوں کہ اس کے بغیر شریعت کو سمجھنا اور سمجھانا مشکل ہوگا۔

پروگرام مجموعی طور پر بڑا کامیاب رہا، نظامت کا فریضہ کلیہ حدیث ثالث کے ہونہار طالب علم فاروق انصاری نے احسن طریقے سے انجام دیا۔

برنامج إتقان کا چھٹا پروگرام:

"برنامج إتقان لتنمية المهارات العلمية والثقافية " کا چھٹا پروگرام 16 نومبر 2023، بروز جمعرات "قاعة المحاضرات "میں بعد نمازِ عشاء بعنوان "دینی مدارس میں اردو زبان کا گرتا معیار: اسباب وعلاج" زیر صدارت فضیلۃ الدکتور عبدالصبور صاحب مدنی حفظہ اللہ منعقد ہوا۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

پروگرام کا آغاز ثانویہ ثانیہ کے طالب علم مقتدی حسن فہد الاسلام کی تلاوت قرآن سے ہوا۔ پھر عالم اول کے طالب علم مقبول عالم مقصود عالم نے حمد باری تعالیٰ اور عالم ثانی کے طالب علم خورشید شمس نے نعت نبی بہترین آواز و انداز میں پیش کی۔اس کے بعد کلیہ حدیث ثانی کے طالب علم ظفیر الدین شمس الدین نے " کیا اردو مسلمانوں کی زبان ہے؟ " کے عنوان پر ایک تقریر کی اور خطیبانہ اسلوب میں عنوان کی بہترین انداز میں وضاحت پیش کی۔پھر کلیہ حدیث ثالث کے طالب علم صدام حسین محمد سبدول نے ایک مقالہ بعنوان "دینی مدارس میں اردو زبان کا گرتا معیار: اسباب وعلاج" پیش کیا۔مواد ودلائل سے پر اپنے مقالہ کو طالب موصوف نے علمی انداز میں پیش کرنے کی عمدہ کوشش کی۔

اس کے بعد طلبہ کی طرف سے ایک بہت ہی بہترین تمثیلی مشاعرہ پیش کیا گیا۔جس میں استاد کلیم عاجز کا کردار عالم ثانی کے طالب علم عبداللہ سہل عبدالحفیظ نے اور استاد جون ایلیا کا کردار عالم ثانی ہی کے طالب علم محمد یاسر ابو العاص نے اور شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ اقبال کا کردار عالم ثانی کے ایک تیسرے طالب علم ابوبکر نے اور بابائے اردو جناب مرزا اسداللہ خاں غالب کا کردار کلیہ شریعہ سال اول کے طالب علم عبدالواحد عبدالمجید نے ادا کیا۔

اسٹیج پر مدعو تمام شاعر طلبہ نے مذکورہ شعرائے کرام کا کردار ادا کرتے ہوئے نہایت ہی عمدہ کلام پیش کیا اور پوری محفل کو خوشگوار بنایا۔جس سے تمام سامعین خوب لطف اندوز ہوئے۔

اس کے بعد صدر مجلس فضیلۃ الدکتور عبدالصبور صاحب مدنی حفظہ اللہ (نائب شیخ الجامعہ) نے صدارتی خطاب پیش فرمایا۔جس میں انہوں تفصیل سے کہا کہ ایسے علمی اور ضروری عناوین پر زبان وقلم کو حرکت دینا وقت کا اہم تقاضا ہے۔ نیز بہت ضروری ہے کہ طلبۂ مدارس کو اردو زبان و ادب سیکھنے پر رغبت دلائی جائے،ساتھ ہی آپ نے یہ بھی کہا کہ الحمدللہ آج کا یہ پروگرام کامیاب رہا نیز منتظمین پروگرام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں مبارک باد پیش کیا، ساتھ ہی ساتھ تمام مشارکین کو بھی مبارکباد پیش کرتے ہوئے نیک دعائیں دیں۔

اور اپنے خطاب کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ

بچوں کو ابتدائی تعلیم اسی اردو زبان میں دی جانی چاہئے تا کہ ان کے اندر بچپن ہی سے اس مادری زبان میں مہارت پیدا ہو۔اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان نہیں بلکہ اردو مہاتما گاندھی کی زبان ہے، اردو ابو الکلام آزاد کی زبان ہے، اردو ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم جواہر لال نہرو کی زبان ہے، اور یہی نہیں بلکہ اردو ہندوستانی زبانوں میں سب سے زیادہ فصاحت و بلاغت اور وسیع و پیاری زبان ہے، نیز ہندستان کے انتہائی اہم امتحان (UPSC) جو بائس زبانوں میں ہوتا ہے۔ان میں سے ایک زبان اردو بھی ہے۔اور یہ حقیقت مسلم ہے کہ ہر دور میں دینی مدارس کے علما اور طلبہ نے اردو کے باگ ڈور کو سنبھالا ہے، ملک ہندوستان کے اندر اکثر دینی مدارس میں ابتدا سے انتہا تک اردو میڈیم سے تعلیم دی جاتی ہے جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ مدارس اسلامیہ نے اردو کے باگ ڈور کو سنبھالا ہے۔نیز آپ نے دینی مدارس سے تعلیم یافتہ ادبا کی ایک طویل فہرست پیش کی جنہوں نے اردو زبان و ادب کی بہترین خدمت کی ہے اور اردو کو بہت کچھ دیا ہے، جنہیں آج بھی اردو داں طبقہ یاد کرتا ہیں اور اردو کے بڑے ادبا میں انہیں شمار کرتا ہے۔

الحمدللہ پروگرام بڑا کامیاب اور نتیجہ خیز رہا۔نظامت کا فریضہ مرتضی ماہر مصطفیٰ میاں نے بہترین آواز و انداز میں ادا کیا۔

☆☆☆

سوال سے بچنے اور صبر کی فضیلت

حضرت ابوسعید سعد بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ طلب کیا، آپ نے انہیں کچھ دیا، انہوں نے پھر سوال کیا، آپ نے انہیں پھر دیا، حتیٰ کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا ختم ہو گیا، آپ نے جس وقت ہر چیز جو آپ کے ہاتھ میں تھی خرچ کر دی تو ان سے فرمایا: میرے پاس جو کچھ بھی آتا میں وہ تم سے بچا کر نہیں رکھتا اور جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اللہ اسے بچا لیتا ہے، جو بے نیازی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں سے بے نیاز کر دیتا ہے اور جو صبر کا دامن پکڑتا ہے اسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے اور کوئی شخص ایسا عطیہ نہیں دیا گیا جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر ہو۔

(بخاری و مسلم)

باب الفتاویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی عالمہ عورت عوامی دینی جلسہ میں برقع کے ساتھ باپردہ تقریر کرسکتی ہے یا نہیں؟

جبکہ اسٹیج پر مردوں کے پنڈال میں ہو اور مردوں کے پیچھے عورتوں کا پنڈال الگ سے بنایا گیا ہو اور خطیبہ مردوں کے پنڈال میں بنے اسٹیج سے تقریر کررہی ہو۔ جیسا کہ ڈاکٹر ذاکر نائک کی صاحبزادی ذکریٰ نائک، رشیدی نائک وجھارکھنڈ کی نرگس بیگم نومسلمہ مرد وعورت کے جلسۂ عام میں خطاب کرتی ہیں۔

اس سلسلے میں علماء کے مابین اختلاف پایا جارہا ہے نیز ہم نومسلمہ خطیبہ کو دعوت دے کر عوامی جلسہ میں مردوں کے اسٹیج سے مرد وعورت کے لئے تقریر کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ لہٰذا گزارش ہے کہ از روئے شرع قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دینے کی زحمت گوارہ فرما کرامت کے اختلاف کو رفع فرمائیں۔

الجواب بعون الله الوهاب وهو الموفق للصواب.

صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ دعوت وتبلیغ ہر مسلمان مرد وزن کا فریضہ ہے جیسا کہ اللہ رب العالمین کے اس فرمان 'والمؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر ويقيمون الصلاة ويؤتون الزكاة ويطيعون الله ورسوله أولئك سيرحمهم الله ...... (التوبۃ: ۷۱)' یعنی مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے خیرخواہ ہیں وہ اچھی بات کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نمازوں کو پابندی سے بجا لاتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی بات مانتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا......۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان حضرات وخواتین کی یہ خوبی بیان کی گئی ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہیں جس طرح مرد کو اچھی بات کہنے اور بری بات سے روکنے کا حکم ہے اسی طرح عورت بھی اسی حکم کی پابند ہے کہ وہ اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے دوسروں کو منع کرے۔

اسی لئے ہر زمانے میں عورتیں شرعی دائرے اور حدود میں رہ کر اس کام کو انجام دیتی رہی ہیں، زمانہ نبوی اور اس کے بعد کے ادوار میں امہات المومنین اور دیگر صحابیات رضی اللہ عنہن لوگوں کے مسائل وسوالات کا تشفی بخش جواب

دیتی تھیں۔

موجودہ زمانہ میں وعظ وتبلیغ کے لئے مردوزن کے اختلاط اور بھیڑ بھاڑ کے ساتھ اجتماعات کا جو طریقہ رائج ہے وہ خیر القرون میں نہیں تھا، مردوزن کے اختلاف اور بھیڑ بھاڑ پھر مردوں کے اسٹیج سے کسی عورت مبلغہ کا تقریر کرنا درست نہیں ہے اس لئے عورت اور اس کی آواز سراپا پردہ ہے، صرف بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت وہ غیر محرم مردوں کو شرعی دائرہ میں رہ کر اپنی آواز سنا سکتی ہے یا بات کر سکتی ہے اور جہاں اس کی ضرورت نہیں ہے وہاں وہ ایسا نہیں کر سکتی ہے۔ عوامی جلسہ جلوس وپروگراموں میں تقریر کرنا عورت کی ضرورت نہیں ہے، الحمدللہ یہ کام ذی علم علماء کرام کے ذریعہ پورا ہو جا رہا ہے۔

دوسری بات یہ کہ شریعت اسلامیہ نے عورت کی عزت وعصمت اور اس کے پردہ کا مکمل پاس ولحاظ رکھتے ہوئے دوران نماز اگر امام سے غلطی ہو جائے تو عورتیں مردوں کی طرح سبحان اللہ نہیں کہتیں بلکہ تالی بجاتی ہیں۔ عورت اذان بھی نہیں کہہ سکتی کیونکہ اس میں آواز بلند کرنی پڑتی ہے اسی طرح وہ دوران احرام تلبیہ بھی اتنی آواز میں کہہ سکتی ہے کہ اس کے ساتھ والی سنیں دور کے لوگ نہیں وغیرہ وغیرہ۔

ہاں عورت عورتوں کے اجتماع میں چند شرطوں کے ساتھ تقریر کر سکتی ہے۔

۱-عورت جب گھر سے نکلے تو باپردہ ہو اور مہکنے والی خوشبو استعمال نہ کرے نیز وہ زیب وزینت کا اظہار نہ کرے۔

۲-اپنے سرپرست یا خاوند کی اجازت سے اجتماع میں شریک ہو۔

۳-تبلیغی اجتماع اگر گھر سے دور ہو تو اپنے محرم کو ساتھ لے کر جائے۔

۴-تقریر کا انداز بالکل سادہ اور فطری ہو راگ وغیرہ سے دور ہو۔

تمام تفصیلات کا ماحصل یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں مردوں کے اسٹیج سے کسی عورت کا تقریر کرنا شرعاً درست نہیں ہے صرف بقدر ضرورت اور بوقت ضرورت پرسکون ماحول میں کسی سائل کا جواب اس آیت 'فلا تخضعن بالقول فيطمع الذي في قلبه مرض '(الاحزاب:۳۲) کی رو سے دے سکتی ہے۔

ذکریٰ نائک، رشدیٰ نائک وغیرہ کا تقریر کرنا شرعی دلیل نہیں۔ دلیل صرف کتاب وسنت ہے۔

هذا ما عندی والله اعلم بالصواب

ابوعفان نورالہدیٰ عین الحق سلفی

☆☆☆

PRINTED BOOK

ISSN 2394-0212

December 2023

Vol.XL No.12

R.No. 40352/81

MOHADDIS

THE ISLAMIC CULTURAL & LITERARY MONTHLY MAGAZINE

Website: www.mohaddis.org

Published by: Obaidullah Nasir, on behalf of Darut-Taleef Wat-Tarjama

B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi, Edited by: Mohammad Ayoob Salafi

Printed at Salafia Press, Varanasi.